رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے، ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ہے
سہ ماہی .... عہ

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ہے
سہ ماہی .... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

قیمت فی پرچہ (۱/۴)

جلد (۲) | ۲۵ تیر سنہ ۱۳۵۱ فصلی | ۴ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۱ھ | ۲۰ مئی سنہ ۱۹۴۲ء پنجشنبہ | نمبر (۷)

مدراس میں سیاسی طوفان

مسٹر راجگوپال چاری کی مہم

کانگریسی مسلمانوں کی روش

جنوبی ہند سیاسی طوفان کا مرکز بنتا جارہا ہے۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں اپنی قرارداد مسترد ہوجانے کے بعد مسٹر راجگوپال چاری نے کسی طرح مایوس ہوئے بغیر جنوبی ہند کا دورہ شروع کردیا۔ جہاں ان کی مسلسل تقریریں ہورہی ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ کانگریس کی پالیسی کی تائید میں پروپگنڈہ کرنے کے لئے پنڈت جواہر لال نہرو بھی عنقریب جنوبی ہند کا دورہ شروع کرنے والے ہیں۔ مسٹر راجگوپال چاری نے (آل) سے مدراس واپس آنے کے بعد جب اپنی تقریروں کا سلسلہ شروع کیا تو بعض مقامات پر ان جلسوں میں کسی قدر ہلڑ لنگ مچانے کی کوشش بھی کی گئی۔ تاہم جنوبی ہند میں مسٹر راجگوپال چاری کی ہردلعزیزی اور ان کا وقار مسلمہ ہے۔ اسی طرح پنڈت نہرو کی ہردلعزیزی بھی کچھ کم نہیں۔

شخصیت کی بحث سے قطع نظر جنوبی ہند میں ان لیڈروں کے نقطۂ نظر کی تائید کرنے والے کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ایک طبقہ مسٹر راجگوپال چاری کی تحریک کو سخت تنقید کی نظر سے دیکھ رہا ہے لیکن بہت سے کانگریسی اصحاب اور سیاسیات ہند کے شغلین ماہر جی کی منطق کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہوگا کہ مدراس کا صوبہ ان کے ساتھ ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی نئی تحریک نے اکثر لوگوں کو غور وفکر پر مجبور کردیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنوبی ہند میں فرقہ وارانہ مسئلہ اتنا شدید نہیں جتنا شمالی ہند میں ہوچکا ہے۔ اس امر کی پیش قیاسی دشوار ہے کہ مسٹر راجگوپال چاری کی اپیل کو قبول کرنے والوں کی تعداد کیا ہوگی مگر اتنا یقینی ہے کہ آنے والے ہفتوں میں جنوبی ہند پر غضب کی ایک زبردست جنگ شروع ہوجائے گی۔

راستہ دشوار گزار ہے

اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ مسٹر راجگوپال چاری مدراس کی رائے عامہ کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب بھی ہوگئے تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ سارا ملک ان کا ہمنوا ہوجائے گا۔ انہیں اتنی قوت ضرور حاصل ہوجائے گی کہ وہ اپنی دوسری قرارداد کو روبہ عمل لاسکیں۔ یہ وہ قرارداد ہے جس کو مدراس کی مجلس مقننہ کے کانگریسی ارکان نے منظور کیا تھا جس میں یہ سفارش کی گئی تھی کہ صوبہ مدراس میں مخلوط وزارت قائم کی جائے۔ اور تمام مقامات پر غیر مسلم اصحاب کانگریسی ہوں یا نہ ہوں جنوبی ہند کے قائد کی تحریک پر غور کرنے تیار نظر نہیں آتے۔ ہندو مہا سبھا یقیناً اس تحریک کو مسترد کردے گی۔ کچھ لوگ اس تجویز کو ہندوستان کی وحدت کے خلاف تصور کرتے ہیں اور بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ مسلم لیگ کو خوش کرنے کی پالیسی فرقہ وارانہ مسئلہ کا صحیح حل نہیں ہے۔ یہ شبہ بھی ظاہر کیا جارہا ہے کہ آیا اس تجویز کو روبہ عمل لانے سے فوراً قومی حکومت قائم ہوسکتی ہے اور ہندوستان میں سوراج حاصل ہوسکتا ہے!

کانگریسی مسلمانوں کی روش

یہ بات ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ کانگریسی مسلمان بالعموم مسٹر راجگوپال چاری کی حمایت کی طرف مائل ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر محمود جو کانگریس کی مجلس عاملہ کے ایک رکن ہیں بالواسطہ طور پر راجگوپال چاری کی تائید کررہے ہیں اسی طرح صوبہ سرحد کی کانگریس کمیٹی کے صدر نے ایک مکالمتی بیان میں کہا ہے کہ "جہاں تک مسلمانوں کے لئے خود ارادیت کے سوال کا تعلق ہے صوبہ سرحد کے وہ تمام کانگریسی جو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے رکن ہیں مسٹر راجگوپال چاری سے پوری طرح متفق ہیں۔" ہفتہ گزشتہ اتفاقی طور پر یہ بات منظر عام پر آگئی کہ کانگریس کی مجلس عاملہ کا بھی ایک عرصہ تک یہی خیال تھا۔ صوبۂ سرحد کے قائد خان عبدالغفار خان نے بیان کیا ہے کہ مجلس عاملہ نے ایک جلسہ میں جو سنہ ۱۹۴۰ء کے موسم بہار میں بمقام رام گڑھ منعقد ہوا تھا ہندوستان کے آئندہ دستور پر غور کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اگر کسی خاص صوبہ کی اکثریت وفاق میں شریک نہ ہونا چاہے تو اس کو علحدہ رہنے کا حق ہے۔

مدراس میں مسٹر راجگوپال چاری کا راستہ کسی قدر ناہموار دکھائی دے رہا ہے۔ گر لا کانگریس کمیٹی نے الٰہ آباد کی قرارداد کی تائید کی ہے۔ ٹامل ناڈ کانگریس کمیٹی نے قرارداد الٰہ آباد کی بھی تائید کرتے ہوئے صدر کانگریس کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنے پیش کش کو عمل جامہ پہنائیں (یعنی کانگریس کے پانچ نمائندوں کو مسلم لیگ کے نمائندوں سے ملنے کے لئے مقرر کریں) ڈاکٹر بی پٹابھی سیتارامیا اور مسٹر کے ٹی شم کی مخالفت کی موجودگی میں مسٹر راجگوپال چاری کے لئے صوبہ آندھرا کو اپنا ہمنوا بنانا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ شہر مدراس میں اس نئی تحریک کی نسبت ایک خیال موجود ہیں ہے کانگریس مین جیسے ..... مسٹر راجگوپال چاری کی تائید .....

بقیہ صفحہ (۱۱) پر

ہفتہ وار
مملکت
جلد ۲ | ۲۵ ستمبر ۱۹۵۵ء روز شنبہ | نمبر

کیا یہ مرکز گریزی نہیں؟

آندھرا کانفرنس کا نواں سالانہ اجلاس بمقام دھرماورم ورنگل، مسٹر رام کشور راؤ کی صدارت میں ۱۰ ستمبر کو منعقد ہوا۔ خطبہ صدارت کی کوئی کاپی ہمیں وصول نہیں ہوئی۔ ہمیں توقع تھی کہ انعقاد کانفرنس سے قبل جیسا کہ عام طور پر قاعدہ ہے خطبہ صدارت کی کاپیاں جرائد کو روانہ کردی جائیں گی۔ مگر کانفرنس کے ارباب حل و عقد نے اس جانب توجہ نہیں کی۔ ہمارے سامنے خطبہ صدارت کا وہ خلاصہ ہے جو اسوسی ایٹیڈ پریس کی جانب سے مقامی اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اس لئے خطبہ مذکور پر ہم تفصیلی تبصرہ کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پاتے ہیں۔ البتہ اسوسی ایٹیڈ پریس کے خلاصہ میں بعض چیزیں ایسی بیان کی گئی ہیں جن کو ہم نظر انداز نہیں کرسکتے۔

گزشتہ آٹھ دس سال سے حیدرآباد میں آندھرا مہاسبھا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسیں قائم اور کام کر رہی ہیں۔ ان کانفرنسوں کا ادعا یہ تھا کہ یہ علاقہ واری کانفرنسیں ہیں جو قومی بنیادوں پر چلائی جارہی ہیں اور ان میں ہر شخص بلا لحاظ مذہب و ملت شریک ہو سکتا ہے۔ آندھرا کانفرنس کے کارکنوں نے لفظ آندھرا کی اس قدر وسیع تعریف کی تھی کہ اس کی رو سے ہر وہ شخص جو علاقہ تلنگانہ میں رہتا ہے آندھرا ہے۔ مسلمان، عیسائی، پارسی اور یورپین کو اس تعریف کے مطابق آندھرا کہلایا جا سکتا ہے۔ مگر اس کانفرنس کی سرگرمیوں کا مطالعہ کرنے کے بعد بعض ارباب فکر و نظر نے یہ رائے قائم کی کہ یہ ایک مرکز گریز اور علحدگی پسند تحریک ہے اور تب بھی بنیادوں پر چلائی جارہی ہے اور اس کا دائرہ عمل ان افراد تک محدود ہے جو قدیم آندھرا تہذیب کا احیا چاہتے ہیں۔ تاہم آندھرا کانفرنس کے کارکنوں کو ہمیشہ اس بات پر اصرار رہا ہے کہ یہ باشندگان تلنگانہ کی مجموعی یا علاقہ واری تحریک ہے اور اس کے دروازے ہر فرقے اور طبقے کے افراد کے لئے خواہ وہ کسی تہذیب کے پیرو ہوں کھلے ہوئے ہیں۔ مگر اس سال مسٹر رام کشور راؤ نے اپنے خطبہ صدارت میں بعض باتیں ایسی کہی ہیں جن سے اس تحریک کی اصلی ماہیت منصۂ شہود پر آگئی اور صاف و صریح طور پر یہ واضح ہوگیا کہ یہ ایک ثقافتی تحریک ہے نہ کہ علاقہ واری۔ چنانچہ اسوسی ایٹیڈ پریس کا بیان ہے کہ ـ

"برطانوی ہند میں ایک آندھرا صوبہ کی تخلیق کے لئے جاری شدہ تحریک کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر راؤ نے کہا کہ جہاں تک کہ آندھرا ایسے کسی صوبہ میں کسی طرح بھی شریک نہیں ہو سکتے وہاں ان کو خوشی ہوگی اگر ان کے دوسرے بھائیوں کی تحریک کامیاب ہو جائے۔ مملکت آصفیہ کی حد تک ان کی کوئی خواہش ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ پاکستان کی اساس پر انہیں کوئی علحدہ وحدت دینے کا تصور کئے بغیر جمہوریت کی خاطر سارے علاقہ تلنگانہ کے لئے ایک ذمہ دار اور جمہوری نظم و نسق عطا ہو تو بہتر ہوگا۔ یہ خیال کسی علحدگی پسندی پر ہرگز مبنی نہیں ہے کیونکہ علاقہ تلنگانہ کسی ایک آبادی کی اساس پر نہیں بلکہ قدیم تہذیبی اساس پر ایک عنصر ہے۔"

مشترکہ تہذیب کی بیخ کنی۔

ہماری رائے میں علاقہ تلنگانہ کو قدیم تہذیبی اساس پر ایک عنصر سمجھنا اور اس حیثیت سے اس کو قائم رکھنا بہت دور رس نتائج پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ ہم تاریخی تفصیلات میں گئے بغیر صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حیدرآباد میں تلنگانہ، مرہٹواری، اور کرناٹک کی تقسیم کسی قدیم تہذیبی بنیاد پر نہیں بلکہ انتظامی سہولت کی خاطر عمل میں لائی گئی تھی۔ چنانچہ خود علاقہ تلنگانہ کو نظم و نسق کی سہولت کی خاطر دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے ——— صوبہ گلشن آباد میدک اور صوبہ ورنگل۔ اس تقسیم کے باوجود حیدرآباد کے تینوں انتظامی علاقوں کے باشندوں میں مسلمانوں کی آمد کے بعد سے اور خاص کر آصف جاہوں کی دو صد سالہ حکمرانی میں ربط و ضبط اور ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی میل جول سے ایک مخلوط تہذیب اور ایک مشترکہ زبان وجود میں آگئی۔ یہ مشترکہ تہذیب اپنی ترقی کردہ امتیازی خصوصیات کے لحاظ سے سارے ہندوستان میں دکنی تہذیب کے نام سے مشہور ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی سماجی زندگی، ان کے رہنے سہنے کے طریقوں، ان کے رسم و رواج، فنون لطیفہ، موسیقی، الغرض زندگی کے مختلف شعبوں میں اس تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے۔ رفتار زمانہ نے حیدرآباد کو ایک سیاسی وحدت کے ساتھ ساتھ ایک ثقافتی وحدت بھی بنا دیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تہذیبوں کے باہمی امتزاج سے ایک مشترکہ قومیت نشو و نما پانے لگی جو برطانوی ہند کے لئے ایک نمونہ سمجھی جاتی تھی۔ دکن کے اکابر خواہ ہندو ہوں یا مسلمان اس مشترکہ ورثہ کی حفاظت اور ترقی کو اپنا عزیز ترین نصب العین سمجھتے رہے۔ لیکن گزشتہ بیس بائیس سال سے جب کہ برطانوی ہند سے فرقہ وارانہ تحریکات حیدرآباد میں درآمد ہونے لگیں ہر اس چیز کو مٹانے کی کوششیں شروع ہوگئیں جس پر ہماری ثقافتی وحدت قائم تھی۔ ان تحریکات کے بانیوں نے ایک طرف فرقہ وارانہ قومیت کا راگ الاپنا شروع کیا اور دوسری طرف مشترکہ قومیت کے اجزاء سے علحدگی ——— مشترکہ تہذیب اور مشترکہ زبان ——— کو ختم کرنے کا تہیہ کرلیا۔

ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ آندھرا کانفرنس کے کارکن ہندوستان کو ناقابل تقسیم اور ایک ثقافتی وحدت قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ حیدرآباد میں جہاں ایک ثقافتی وحدت موجود ہے علاقہ تلنگانہ کو قدیم تہذیبی اساس پر ایک عنصر یا مستقل عنصر تصور کرتے ہیں۔ ہم نے آندھرا کانفرنس کے بعض کارکنوں کے وہ طویل مقالے پڑھے ہیں جن میں مسلم لیگ کے مطالبہ کی مخالفت کرتے ہوئے ہندوستان کو ایک تہذیبی وحدت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ تہذیبی وحدت کے اس نظریہ کو جو ہندوستان کے متعلق پیش کیا جاتا ہے حیدرآباد پر کیوں منطبق نہیں کیا جاتا اور اس مشترکہ زبان کی کیوں مخالفت کی جاتی ہے جو تہذیبی وحدت کی مظہر ہے۔ کیا آندھرا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسوں کی سرگرمیاں حیدرآباد کی مشترکہ تہذیب میں انتشار پیدا نہیں کر رہی ہیں؟ کیا علحدہ علحدہ تہذیبی منطقے قائم کرکے مرکز گریز اور علحدگی پسند رجحانات کو ترقی نہیں دی جارہی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو حیدرآباد کے ان انتظامی علاقوں کے باشندوں میں تہذیبی اور لسانی اتحاد و اشتراک کو فروغ دینے کے لئے ان کانفرنسوں نے اب تک کونسا قدم اٹھایا ہے۔ اس کے برعکس ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ ملک کے مختلف فرقوں اور طبقوں کے جس مشترکہ زبان کے ذریعہ ربط و ضبط اور میل جول بڑھ سکتا ہے اس زبان پر ہر کانفرنس میں خواہ وہ آندھرا ہو یا مہاراشٹرا و کرناٹک، مختلف طریقوں سے حملے کئے جاتے ہیں۔ ان کانفرنسوں میں اردو بولنے والوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ جس زمانہ میں مسٹر نرسنگ راؤ ایڈیٹر "رعیت" آندھرا کانفرنس کے صدر تھے شاید نظام آباد کے اجلاس میں بعض مقامی مسلمانوں نے اردو میں تقریر کرنے کی خواہش کی تھی۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے وسعت نظر سے کام لے کر ان کو اردو میں تقریر کرنے کی اجازت دے دی۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شرکاء کانفرنس کی ایک بڑی تعداد مسٹر نرسنگ راؤ پر برہم ہوگئی اور ان کے خلاف عدم اعتماد کی ایک قرارداد بھی پیش کردی گئی۔ اس واقعہ سے جو نتیجہ مستنبط ہو سکتا ہے وہ صرف یہی ہے کہ ان کانفرنسوں میں نہ تو مشترکہ زبان کے لئے کوئی جگہ ہے اور نہ مشترکہ تہذیب کے لئے۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ یہ تحریک علحدگی پسند نہیں بلکہ قومی بنیادوں پر چلائی جارہی ہے کس حد تک حق بجانب ہو سکتا ہے؟

ہم آہنگی کی واحد صورت۔

اس امر سے ہر شخص بخوبی واقف ہے کہ آج کل ذرائع آمد و رفت کی سہولت اور کاروباری اغراض کے سلسلے میں ایک علاقے کی آبادی دوسرے علاقے میں منتقل ہوتی رہتی ہے اور یہ ایک امر واقعہ ہے کہ علاقہ تلنگانہ میں مرہٹے، کنڑی، گجراتی، مسلمان، عیسائی، پارسی وغیرہ مختلف فرقے آباد ہیں۔ ایسی صورت میں اگر علاقہ تلنگانہ کو قدیم تہذیبی اساس پر ایک علحدہ عنصر قرار دیا گیا تو اپنے منطقے میں دوسرے فرقوں کا کیا مقام ہوگا؟ اور اگر قدیم آندھرا تہذیب کے احیاء کی کوشش کی گئی تو وہ دوسرے فرقوں کے لئے کس حد تک قابل قبول ہوگی؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن پر ارباب کانفرنس کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے۔ ہماری رائے میں ان مختلف فرقوں

ہیں۔ ــــــ خواہ وہ تلنگانہ میں بسنے ہوں یا کسی دوسرے علاقے میں ــــــ ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ایک مشترکہ تہذیب اور ایک مشترکہ زبان ضروری ہے ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی ایک فرقے کی تہذیب دوسرے فرقے پر مسلط کر دی جائے ہم صرف مملکت آصفیہ کے بہترین مفاد کی خاطر ہم آہنگی چاہتے ہیں اور ہر وہ تحریک جو ہم آہنگی کے خلاف جاری کی جائے ہم اس کو ضرر رساں اور انتشار انگیز تصور کرتے ہیں اور اس کو فرقہ پرستی کی ایک منحوس پیداوار سمجھتے ہیں ہماری یہ سوچی ہوئی رائے ہے کہ ایسی انتشار انگیز تحریکات حیدرآباد کی سیاسی وحدت کو نقصان پہونچانے کا باعث ہو سکتی ہیں۔

ہماری نظر سے ایسے پمفلٹ بھی گزرے ہیں جن میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ علاقہ جات تلنگانہ، مرہٹواڑی اور کرناٹک کے لئے تلنگی، مرہٹی اور کنڑی جامعات قائم کئے جائیں اور ان علاقوں کا نظم و نسق وہاں کی مقامی زبانوں میں چلایا جائے۔ ہمارے خیال میں یہ تجویز انہی تحریکات کا منطقی نتیجہ ہے۔ اگر ایسا کیا گیا تو ظاہر ہے کہ ہماری تہذیبی لسانی اور سیاسی وحدت میں کس طرح انتشار پیدا ہو جائے گا۔ یہ کہنا کافی نہیں کہ ایسی تجویزیں غیر ذمہ دار افراد پیش کرتے ہیں۔ مسٹر رام کرشن راؤ نے اس سال آندھرا کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے یہ فرمایا ہے کہ سہولت کی خاطر سارے علاقہ تلنگانہ کے لئے ایک ذمہ دار عہدہ دار مقرر کیا جائے۔ کیا صاحب موصوف کے بیان سے یہ بات مترشح نہیں ہوتی کہ وہ علاقہ تلنگانہ کو انتظامی سہولت کی خاطر دوسروں سے منقسم کیا چاہتے ہیں اور ایک قدیم تہذیب کی اساس پر ایک حلقہ بنا دیا جائے۔ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو کیا اس کے بعد یہ مطالبہ نہیں کیا جائیگا کہ تلنگانہ کا نظم و نسق ان افراد کے ہاتھوں میں دیدیا جائے جن کی مادری زبان تلنگی ہے؟ اور کیا یہ نعرہ بلند نہیں کیا جائیگا کہ تلنگانہ تلنگوں کے لئے ہے؟ ہمارے خیال میں سب سے حاصل کرنے اور دوسرے فرقوں کے افراد کو نظم و نسق سے نکال باہر کرنے کا یہ ایک سوچا ہوا طریقہ ہے جس کو تدریج سے عمل میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے جب تک آندھرا کانفرنس کے کارکن حیدرآباد کو بحیثیت مجموعی ایک وحدت سمجھ کر مختلف فرقوں کے ساتھ اشتراک عمل کرنے اور ایک مشترکہ محاذ قائم کرنے کے لئے قدم نہیں اٹھائیں گے ان شکوک و شبہات کا رفع ہونا مشکل ہے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

حیدرآباد میں ہوائی حملہ سے بچاؤ کی تدبیریں

ناظرین کی توجہ اے۔ آر۔ پی۔ شیڈول نمبر (۳) کی جانب منعطف کرائی جاتی ہے۔ گو اس میں بچاؤ کی تدبیریں اختیار کرنے کے متعلق تفصیلی ہدایتیں درج نہیں ہیں جن میں دی گئی ہیں وہ خاص طور پر ذہن نشین رکھنی چاہئیں۔ یہاں کوشش کی گئی ہے کہ ان کا تذکرہ کیا جائے جو ہوائی حملے سے بچاؤ اور شہری دفاع کی جماعتیں قائم کرنے اور انتظامات عمل میں لانے کے لئے کی جا رہی ہیں۔ پہلے ہی اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہوائی حملہ سے بچاؤ کے انتظامات دراصل شہری دفاع کے مختلف امور میں صرف ایک ہی کڑی ہیں۔ شہری دفاع کے مختلف پہلوؤں میں ابتدائی امداد، آگ بجھانا، مخدوش عمارتیں ڈھا دینا، انبار کو زہریلے اثرات سے پاک کرنے ضروریات کے وقت بڑی تعداد میں شہریوں کا تخلیہ کرنے اور زندگی کے لوازمات مثلاً غذا، پانی اور برقی روشنی فراہم کرنے کے انتظامات اور بلدی خدمات وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو باقاعدہ طور پر انجام دینے کے لئے تربیت یافتہ لوگوں کی اور اکثر صورتوں میں خاص عملہ اور سامان مہیا کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ پھر ان انتظامات پر جس قدر وقت اور رقم صرف کرنا پڑتی ہے وہ جداگانہ ہے۔ ان تمام وقتوں کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اس بات کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں کہ وقت کم ہے باوجود اس کے (انگلستان کے تجربہ سے تھوڑے سے بچ جائے بعد ہی اس قسم کی ضرورت پیش آئی تھی) حیدرآباد میں ہوائی حملے سے بچاؤ اور شہری دفاع کے سلسلہ میں ہر قسم انتظامات عمل میں لانے کی کاروائیاں کس قدر سرعت سے جاری ہیں چنانچہ اے آر پی کے ضروری عملہ کی تربیت کے لئے بہت کچھ ابتدائی کام تکمیل پا چکا ہے۔ دفتر بلدیہ واقع [illegible] میں اے آر پی کے عملوں کی تربیت کے لئے جو جماعت کھولی گئی ہے وہ قابل قدر کام انجام دے رہی ہے چنانچہ [illegible] اے آر پی کے محافظوں کی تربیت کے لئے ضروری معلموں کی ضروری تعداد فراہم ہو چکی ہے۔ محافظوں کی تربیت کے لئے بارہ جماعتیں شہر کے مختلف حصوں میں کھول دی گئی ہیں تعلیم بھی شروع ہو چکی ہے اور یہ کام اس قدر سرگرمی سے کیا جا رہا ہے کہ کم از کم (۱۰۰۰) محافظ بہت جلد نصاب کی تکمیل کریں گے۔ اے آر پی کے دوسری نوعیت کے عملہ کی تربیت بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔ آگ بجھانے کے لئے جو انتظام ہے اس میں مزید توسیع کی گئی ہے دو نئے ٹریلر پمپ خریدے گئے ہیں دو ہفتوں میں ایک ہزار پمپ آ جائیں گے۔ آگ بجھانے والی جماعتیں بھی قائم ہو رہی ہیں۔ زخمیوں کو پہنچانے کے لئے شفاخانہ عثمانیہ اور [illegible] زنانہ ہسپتال میں بوقت ضرورت ۱۰۰ بستر فراہم کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ نواب [illegible] جنگ بہادر کی دیوڑھی واقع یاقوت پورہ اور مہاراجہ بہادر [illegible] کی دیوڑھی میں مزید سو بستروں کی گنجائش نکالی گئی ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے [illegible] میں بھی دو ہفتوں کے اندر مزید سو بستر ڈالنے کا انتظام عمل میں آ رہا ہے۔ ہنگامی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کل (۱۲۰۰) بستر فراہم کئے جائیں گے۔

یہ خبر دلچسپ ہے کہ ان انتظامات کے سلسلہ میں شفاخانہ عثمانیہ کے کئی مریضوں کو شفاخانہ چھوڑنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ امبولنس کے کام یا زخمیوں کو بروقت طبی امداد پہنچانے کے انتظامات کئے گئے ہیں۔ اے آر پی کے حکام نے کئی چھکڑیاں مہیا کی ہیں۔ بہت جلد مزید تین کا اضافہ ہوگا۔ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ اگر ہوائی حملہ کے باعث نلوں کی آب کے موجودہ انتظام میں خلل واقع ہو تو دوسرے ذرائع سے پانی مہیا کیا جائے۔ اس سلسلہ میں شاید عوام کو معلوم ہوگا کہ صرف بلدہ حیدرآباد میں (۲۳۰۰) قدیم باؤلیاں کھولنے اور ان کا پانی صاف کرنے کی کاروائی جاری ہے۔ علاوہ ازیں ۵۰ جدید باؤلیاں بھی کھودی گئی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جملہ انتظامات صرف یہی امور تک محدود نہیں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ [illegible] ریڈیو اور اخباروں کے ذریعہ نہایت سرگرمی کے ساتھ پروپگنڈہ کا کام ہو رہا ہے اور لوگوں کو اے آر پی کے جملہ پہلوؤں سے واقف کیا جا رہا ہے۔

نئی دہلی کے ڈائرکٹر جنرل سیول ڈیفنس نے تسلیم کیا ہے کہ یہ انتظامات [illegible] اطمینان بخش رفتار سے ترقی کر رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے حال ہی میں بیان کیا ہے کہ حیدرآباد میں ہوائی حملے سے بچاؤ اور شہری دفاع کے سلسلہ میں مختلف انتظامات عمل میں لانے کے لئے اے آر پی کے عہدہ داروں نے نہایت قلیل مدت میں اس قدر تیزی سے کام کیا ہے کہ عام رفتار کے تحت اسی کام کو انجام دینے کے لئے چھ مہینے درکار ہوتے تاہم ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ اور اگر عوام پہلے سے زیادہ تعاون سے کام لیں تو انہیں تیز رفتاری سے انجام دینا ممکن ہوگا۔

غلہ کی فراہمی

غلہ اور گوشت کی فراہمی کے سلسلہ میں مملکت حیدرآباد کی موجودہ حالت ایسی نہیں کہ اس سے عنقریب کسی قسم کی پریشانی کا اندیشہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جوار کی جو اس مملکت کی اہم جنس ہے اس سال توقع سے بہتر کاشت ہوئی ہے۔ اس لئے اگر معمولی جوار برآمد کی جائے تو اس صورت میں بھی اس کی قلت کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جیسا کہ [illegible] جو تخمینے کئے گئے ہیں ان کے بموجب بمبئی سے آندھرا اور [illegible] سے چاول درآمد ہوگا۔ چاول کی حد تک کچھ کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ [illegible] اور [illegible] پنجاب سے ہندوستان کے ریجنل کمشنر ناظم برائے گیہوں کی وساطت سے گیہوں اور چنا درآمد کیا جا رہا ہے۔

اس طرح ظاہر ہے کہ غلہ کی حد تک حیدرآباد میں کسی قسم کے اندیشے کی ضرورت نہیں۔ تاہم حکومت سرکار عالی ذخیرت غلہ محفوظ کرنے کی کاروائی کر رہے ہیں۔ محکمہ [illegible] کے ذخیرہ میں توسیع کرنے کی مستقل کوشش کر رہا ہے۔

(معلومات حیدرآباد)

پاکستان یا اتحاد؟

مسلم لیگ کا مطالبہ گفت و شنید کی بنیاد بن سکتا ہے

از ڈاکٹر سید محمود

پوری گرم جوشی کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے کی خواہش ملک میں موجود تھی لیکن وہ تلخ مایوسی میں تبدیل ہو گئی۔ اب صورت حال اس نوبت پر پہنچ گئی ہے کہ کسی لیگ پر الزام عائد کرنا نہ تو ہندوستان کے لئے مفید ہوگا اور نہ متحدہ اقوام کے مقاصد کے لئے۔ اب کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے اور ڈیڈلاک کی تغیر کے بغیر گزرنا چاہئے۔ حکومت برطانیہ اب اس خیال پر قائم ہے کہ وہ جو کچھ کر سکتی تھی کر چکی اور لیڈروں کو یاد دلاتی ہے کہ انہوں نے موجودہ تعطل کو دور کرنے کا راستہ دریافت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ان کوششوں کی ناکامی نے صورت حال کو اور نازک بنا دیا ہے۔ ایک دوسرے پر الزام عائد کرنا کسی طرح سود مند نہیں۔ اگر قومی اتحاد اور آزادی کے دروازے بند ہو گئے ہیں تو داخلی اتحاد کا دروازہ بالکل کھلا ہوا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کام سے تغافل برتیں۔ اس تاریک لمحہ میں اگر ہم متحد ہو جائیں تو ہم خطرات کا جرات کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔

جغرافی وحدت

کہا جاتا ہے کہ پاکستان کا مطالبہ قومی اتحاد میں سد راہ بنا ہوا ہے۔ ہم اس مسئلہ پر غیر جانبداری کے ساتھ غور کریں گے۔ قدرت نے ہندوستان کو ایک جغرافی وحدت بنایا ہے۔ کوئی ملک دوسرے ممالک سے جغرافی اعتبار سے اس قدر علیحدہ نہیں ہے جس قدر کہ ہندوستان۔ ہندوستان کی تاریخ اس کو ایک سیاسی وحدت بنانے کی کوششوں سے معمور ہے۔ موریہ، گپتا، خلجی، تغلق اور مغلیہ سلطنت اسی نصب العین کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ جغرافیہ اور تاریخ کو معاشی اور فوجی ضروریات اور قوتوں سے تقویت پہنچتی ہے۔ ہمارے معاشی وسائل اور معدنیات سارے ملک میں اس طرح منتشر ہیں کہ ملک کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا محتاج ہے۔ بہار، چھوٹا ناگپور اور دکن لوہے، کوئلے اور دوسری دھاتوں کے لئے مشہور ہیں۔ صوبہ متحدہ، پنجاب اور بنگال گیہوں، چاول اور دوسری غذائی پیداوار کے مراکز ہیں۔ صوبہ متوسط، برار اور گجرات کپاس کے لئے مشہور ہیں۔ ملک کا ایک حصہ دوسرے علاقہ کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ ان کی علیحدگی ایک دوسرے کو کمزور اور غیر مکتفی بنا دے گی۔

فوجی ضروریات

موجودہ جنگ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کوئی دریا یا پہاڑ ایسا نہیں جہاں دشمن کو روکا جا سکے۔ پوری قوم کی قوم میدان جنگ بن سکتی ہے جہاں سارے باشندوں کو ساری جنگ میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ پولینڈ، چیکوسلواکیہ، ہالینڈ اور بلجیم جیسی چھوٹی قومیں بڑی قوتوں کے مقابلہ میں تاب نہیں لا سکیں۔ ہندوستان کے شمال مغرب یا شمال مشرق میں کوئی آزاد مملکت کسی بڑی دول کی طاقت کے مقابلہ میں اگر وہ مشرق یا مغرب سے حملہ آور ہو تو اپنی آزادی برقرار نہیں رکھ سکتی۔ خود ہندوستان کے لئے کسی بڑی طاقت کا جو کہ برسر حملہ آور ہو کامیابی سے مقابلہ کرنا بہت دشوار ہوگا۔ اگر آج بنگال ایک آزاد اور جداگانہ وحدت ہوتا تو خیال کرو کہ اس کا کیا حشر ہوتا۔

زمانہ جنگ میں صرف مدافعت کی خاطر مشترکہ عمل کوئی قابل عمل تجویز نہیں۔ مدافعت کی تیاری کے لئے بری، بحری اور ہوائی فوجوں کا تعاون کافی نہیں بلکہ مالیات، صنعت و حرفت، اور نقل و حمل میں بھی مشترکہ عمل کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مدافعت کے لئے تمام وحدتوں کے وسائل کو ایک مرکز کے تحت لانا پڑتا ہے۔

اس لئے شمال مغربی اور شمال مشرقی مسلم علاقوں کے لئے معاشی اعتبار سے خود مکتفی ہونا اور اپنی سیاسی و فوجی وحدت کو اس قابل بنانا دشوار ہوگا کہ بیرونی دشمنوں کے دباؤ کی مزاحمت کر سکے۔ اس دنیا میں جہاں مسابقت کا دور دورہ ہے ایسی مملکتوں کا بین الاقوامی تجارت میں کیا موقف ہوگا اور وہ اپنے تجارتی حقوق کی کس طرح حفاظت کر سکیں گی۔ ان صوبوں میں معدنیات کا فقدان ہے۔ دوسرے صوبوں کی مدد کے بغیر یہاں صنعت و حرفت نشو و نما نہیں پا سکتی۔ اگر افغانستان اور ایران سے بھی اتحاد ہو جائے تو پاکستان ایک التباس معلوم ہوتا ہے اور خود مسلمانوں کے مفاد کے منافی ہے۔

مسلم لیگ کی قرارداد لاہور

ملک کی تقسیم کی مخالفت کے جوش میں ہم میں سے بعض نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ مسلم لیگ کا پاکستان کیا ہے۔ یہ نام ابتدا میں تقسیم ہند کی اس اسکیم کو دیا گیا تھا جو چودھری رحمت علی نے کئی سال قبل جبکہ وہ کیمبرج میں زیر تعلیم تھے پیش کی تھی۔ یہ اسکیم آبادی کے تبادلہ پر مبنی تھی۔ بھائی پرمانند [illegible] گزشتہ صدی [illegible] جنہوں نے [illegible] علیحدہ [illegible] بنانے کی تجویز درج ہے۔ مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کو [illegible] نے جو سمجھے پاکستان کے نام سے موسوم کر دیا۔ اس کے کئی ماہ بعد مسٹر جناح نے اس قرارداد کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہماری اسکیم جو عام طور پر پاکستان کے نام سے مشہور ہے [illegible]۔ اب یہ نام قرارداد لاہور کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مسلم لیگ کی اسکیم وہ نہیں ہے جو چودھری رحمت علی کے ذہن میں تھی۔ مسلم لیگ کے کسی مستند بیان کی وضاحت کی عدم موجودگی میں اس کی یہی تعبیر کی جا سکتی ہے کہ مسلم لیگ سر سکندر کی اسکیم کو ہر صورت میں قبول کر چکی ہے۔ سر سکندر حیات کی اسکیم کا مرکزی تصور یہ ہے کہ کناڈا کے آئینی نمونہ کے مطابق ہندوستان میں دو وفاق قائم کئے جائیں اور ان کے مابین معاہداتی تعلق ہو۔ یہ خیال مسٹر جناح کو بہت پسند ہے۔ اس اسکیم کے تحت ہندوستان کے صوبے دو ایسے وفاقوں میں منقسم کئے جائیں گے جو ایک دوسرے سے آزاد ہوں گے اور یہ دو وفاق مل کر ایک عہدہ (کانفیڈریشن) تشکیل دیں گے اور اس کانفیڈریشن کو ضروری اختیارات منتقل کئے جائیں گے۔ اگر مسلم لیگ کی اسکیم کی یہی تعبیر صحیح ہے تو اس کو گفت و شنید کی بنیاد بنانے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ہم اس پر غور کرنے بیٹھ جائیں تو اس کے نقائص دور کئے جا سکتے ہیں۔ اس میں ترمیم کی جا سکتی ہے، اس کو مسترد کیا جا سکتا ہے یا اس کے بجائے کوئی اور قابل عمل اسکیم پیش کی جا سکتی ہے۔ میں یہ خیال صاف دلی کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کیونکہ میں ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہوں۔

خود ارادیت کا حق

اگر مسلم لیگ اس بات پر مصر ہے کہ ہندوستان کی ایک بڑی آبادی کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لیا جائے اور اگر یہ مطالبہ خوف و شبہ کی بنا پر کیا جا رہا ہے تو بجائے اعتماد کے اس کو جھٹلانے کی کوشش کرنے سے آخر ہندوستان کا کیا نقصان ہوگا۔ ہندوستان کے دو بڑے طبقوں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیڈروں کا یہ کام ہے کہ وہ دشواریوں کے باوجود بحیثیت مجموعی ملک کی رہنمائی کریں اور ایک دوسرے کے شبہ اور خوف کو دور کرنے کا راستہ تلاش کریں۔

اسی طرح مسلم لیگ کے لیڈروں کو بھی یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ کوئی مطالبہ جو معقول نہ ہو اگر دباؤ کے تحت قبول کر لیا گیا تو اس سے بالآخر مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ بات ناقابل قیاس ہے کہ ہندوستان کا کوئی ایک فرقہ اپنے طور پر آزادی حاصل کر سکے گا اور یہ بات بھی اسی طرح ناقابل قیاس ہے کہ اس طرح جو آزادی حاصل ہوگی وہ زیادہ عرصہ تک قائم بھی رہ سکے گی۔ اگر ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے مقابل میں صف آرا ہو جائیں تو وہ صرف ایک دوسرے کی کمزوریوں میں اضافہ کریں گے۔

دانشمندی کا یہ تقاضا ہے کہ ہندوستان ایک ایسی پالیسی اختیار کرے اور ایسی اصلاحات کرے کہ سارے ملک کی خوشحالی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو سکے۔ [illegible] جنگ ختم [illegible]۔ ہماری تاریخ کے اس نازک دور میں ہمیں عارضی صلح کر لینی چاہئے۔ جب تک ہم ایسا نہ کریں گے ہم کبھی اس قابل نہ ہوں گے کہ [illegible] کے ذریعہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ واقعات عالم کے دباؤ کے تحت ہی اگر ہم کوئی عملی سمجھوتہ کر سکیں تو [illegible] اسکیم دوران جنگ میں ہندوستان کے مختلف فرقوں کے مابین ایک عارضی صلح کی کوشش کرتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ عارضی صلح ایک دائمی سمجھوتہ [illegible] آل انڈیا کانگریس کمیٹی [illegible] کانگریس [illegible] اعلان کیا ہے کہ وہ کانگریس [illegible]

بقیہ صفحہ [illegible]

کاشت کاروں کی مزید امداد

تین اضلاع میں مالگزاری کا التوا

حکومت سرکار عالی نے گزشتہ مہینے میں اضلاع رائچور محبوب نگر اور عثمان آباد کے بعض علاقوں میں ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ کی حد تک رقم مالگذاری کی جمع بندی ملتوی کی ہے۔ اور چارہ کے لئے تقاوی کے طور پر ایک لاکھ کی رقم تقسیم کی ہے یہ علاقے ... سے متاثر ہوئے ہیں کاشتکاروں کی امداد کی تدابیر اختیار کی گئی ہے کیونکہ موجودہ سال میں ناکافی بارش ہونے کے باعث ان علاقوں کی ربیع اور خریف کی تخم ریزی متاثر ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کی جانب سے حسب ذیل کمیونکے جاری ہوا تھا۔

موجودہ زرعی سال کے دوران میں چونکہ بارش ناکافی اور غیر مساوی طور پر ہوئی ہے جس کے باعث اضلاع رائچور اور محبوب نگر کے بعض علاقوں میں خریف اور ربیع کی فصلوں کی پیداوار کم رہی۔ لہٰذا حکومت سرکار عالی نے از راہ مہربانی حسب صراحت ذیل (۱۰۳،۹،۲۱۸،۲،۱۲ روپیہ) محصول مالگذاری کی جمع بندی ملتوی کر دی ہے۔

نام ضلع	خریف (روپیہ آنے پائی)	ربیع (روپیہ آنہ پائی)
محبوب نگر	۲۹۳۵۹-۸-۹	۱۵۰۵۹۶-۱۰-۲
رائچور	۱۱۳۰۹-۴-۳	۵۰۲۵۳-۱۰-۰
عثمان آباد	۔ ۔ ۔	۲۵۰۰۸-۱۰-۰

(۱۰۱۲۱۸۰-۳-۲) (۴۰۵۹۵) - ۱۰ - ۰

امدادی کام

متاثرہ علاقوں کے بے روزگاروں کو مزدوری بہم پہنچانے کی غرض سے صوبہ کے چاروں ضلعوں میں تعمیرات عامہ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے بہت سے کام شروع ہو چکے ہیں کاشتکاروں کے فائدہ کے لئے زیر قیادت انسداد قحط کے طور پر چار زرعی افسروں کی رہبری میں کھیتوں پر بند تعمیر کرنے کا کام اضلاع رائچور، محبوب نگر وغیرہ میں شروع ہو گیا ہے اور کاشتکاروں کو تقاوی قرضے دیے جا رہے ہیں جو آسان قسطوں میں وصول کئے جائیں گے۔

آدمیوں اور مویشیوں کو پینے کا پانی کافی مقدار میں بہم پہنچانے کے لئے محکمہ ریونیو نے ہر ضلع کے لئے دس ہزار روپیے منظور کئے ہیں تاکہ کنوؤں میں گہرے اور صاف کئے جائیں اور نئے کنوئیں بھی کھدوائے جائیں اور دیہاتیوں کے قریب نہروں اور تالابوں میں مویشیوں کے لئے پانی فراہم کئے جائیں۔ مندرجہ بالا رقوں کے علاوہ محکمہ زراعت کی جانب سے اس قسم کی خواہش کے لئے ہر ضلع کے واسطے مزید دس ہزار روپیوں کی منظوری دی جا چکی ہے۔

جن کاموں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان میں نہر کے وہ کام شامل نہیں ہیں جو صوبہ کے چاروں ضلعوں میں محکمہ تعمیرات عامہ اور محکمہ ریونیو کی طرف سے آج کل عملی طور پر جاری ہیں۔

غیر خالصہ علاقے

صرف خاص پائیگاہوں اور جاگیرداروں کی طرف سے بھی اپنے اپنے علاقوں میں اسی قسم کی تدابیر امداد کی جاری ہیں۔ قصبہ گنگاپور منددر سے چوراہے تک اور وہاں سے غربی سمت ... تک اور پھر ... کو جانے کے لئے ایک سڑک کی ضرورت ہے جس کی جانب ... سرکار ... کی منظوری اور ... کی جا چکی ہے تعمیر شروع کی جا رہی ہے اور اگر بعد میں مزید روزگار بہم پہنچانے کی ضرورت لاحق ہو تو قصبہ گنگاپور منددر تا چوراہا پور سڑک کو گنگاپور ریلوے اسٹیشن تک وسیع کیا جا چکا ہے۔

بلا خدمت امداد

ہر ضلع کے تعلقدار صاحب کو پانچ ہزار روپیوں کی رقم دی گئی ہے تاکہ وہ ان "میعت مندیوں" اور "ہزاروں" کو امداد بہم پہنچائیں جنہیں التوائے مالگذاری یا ان کی کھیتوں پر فصلوں کی خرابی کے باعث اپنی خدمات کا پورا معاوضہ نہیں مل سکا۔

چارہ کے لئے تقاوی

مزید برآں حکومت سرکار عالی نے ایک لاکھ روپیہ کی زائد رقم بھی منظور کی ہے تاکہ متاثرہ علاقوں کے کاشتکاروں کو چارہ کے لئے تقاوی کے طور پر دی جا سکے۔

شاہ پور اور شورا پور اور دیگر تعلقوں کے جلاہوں کی امداد کے لئے حکومت سرکار عالی نے ایک لاکھ دس ہزار روپیوں کی رقم منظور کی ہے تاکہ وہ پارچہ بافی کا کام جاری رکھ سکیں اور اس طرح انہیں اطمینان کے ساتھ کافی روزگار میسر آ سکے۔

زبان اردو اور دفاتر سرکار عالی

سرکاری گشتی

حسب الحکم سرکاری گشتی نواب صدر المہام بہادر باب حکومت سرکار عالی حسب ذیل گشتی جمیع معتمدان سرکار عالی کے نام محکمہ سرکاری سینہ معتمدی سے جاری ہوئی ہے:

"دفاتر سرکار عالی میں ریاست ... ابتدا سے سرکاری زبان اردو کو رائج کر دیا گیا ہے اور انگریزی کے غیر ضروری استعمال کو ترک کرنے کی نسبت متعدد گشتیات بشکل فرمانہائے مورخہ ... ۱۳۳۸ف نمبر ۱۲۲ و جریدہ اعلامیہ جلد سوم بابت ۱۳۳۷ف و فرمان ... مورخہ ... شعبان ۱۳۵۷ھ مندرجہ اعلامیہ جریدہ ... جاری ہو چکے ہیں لیکن دیکھا جاتا ہے کہ احکام مذکورہ کی پوری پابندی نہیں ہو رہی ہے اس لئے حسب الحکم سرکار تجاویز معتمدین سرکار عالی نے بعد غور جو تجاویز مجلس کے لئے پیش ہوئی تھیں مجلس ... منعقدہ ... ۱۳۴۸ف میں بعض ترمیمات کے ساتھ منظور فرمایا جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) جملہ دفاتر سرکاری میں انگریزی زبان کے استعمال کی اجازت صرف حسب ذیل صورتوں میں ہو گی۔

جبکہ دفاتر سرکار کا انگریزی یا بیرونی اداروں سے مراسلت ہو ان صورتوں میں بھی مثل کی ایک کیفیت نویسی (خلاصہ) اردو میں ہو گی اور صرف مراسلت انگریزی میں ہو گی۔

استثناء۔ ریلوے و ریاستی دفاتر اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ نیز دفاتر جات ... جو انگریزی سے مراسلت کرنے کی حد تک مستثنیٰ ہو چکے ہیں جنگ اور سررشتہ ... کی حد تک اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔

(۲) سررشتہ تعمیرات میں تمام دفتری کام اردو میں انجام دیا جانا چاہئے نیز کام انگریزی میں انجام دیا جا سکتا ہے البتہ جو حسابات ... کی مدت میں اردو میں کر دیئے جانے چاہئے۔

(۳) عثمانیہ یونیورسٹی کے جو کام یہاں اب تک انگریزی میں ہوتے ہیں وہ سب اردو میں انجام دیئے جائیں ... بنیاد ڈالنے کا ... قائم ہے مسدود کر دیئے والے ہیں۔

(۴) دیگر فنی محکمہ جات مثلاً طبابت، زراعت، طبی، دارالضرب، سررشتہ برقی، صنعت و حرفت، معدنیات، طبقات الارض وغیرہ میں سررشتہ تعمیرات کے مثل (جس کی صراحت فقرہ ۲ بالا میں کی گئی ہے) عمل ہونا چاہئے۔

(۵) جو کمیٹیوں کی روداد اردو میں مرتب کی جائیں اور مباحث بھی اردو میں ہوں البتہ بشرط ایسی کمیٹیوں سے متعلق ہوں گی جن میں ایسے ارکان شریک ہوں جو اردو سے واقف نہ ہوں۔

(۶) سررشتہ داری رپورٹیں یا بجٹ وغیرہ اردو ہی میں مرتب ہونے چاہئیں۔ انگریزی یا رپورٹیں وغیرہ کا بیرون ملک ... ہو ان کی مجموعہ کا بیان انگریزی میں ترجمہ کر کے ... طبع کی جا سکتی ہیں۔

(۷) اعلان کر دیا جائے کہ کوئی درخواست کسی دفتر سرکاری یا کسی ادارہ میں بزبان انگریزی قبول نہ کی جائے گی ... درخواست انگریزی میں موصول ہو تو اس پر کوئی کارروائی نہ ہو گی۔ یا وہ واپس کر دی جائے گی ... جانب سے اگر اردو درخواست کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ ... ہو گا ...

(۸) جملہ دفاتر کے ناموں کے تختے سرکاری عمارتوں کی پیشانی پر اور شاہراہوں کے نشانات فاصلہ وغیرہ اردو و انگریزی میں ثبت ہونے چاہئے۔

(۹) جو مقامات کونسل کے پیش ہوں ان پر ممبران کونسل اپنی رائے اردو میں درج فرمائیں گے اور ممبرین متعلقان کو اجلاس کونسل میں زبان اردو میں پیش کریں گے ... اردو میں ... انگریزی ... اردو کی ناواقفیت کی وجہ سے اپنی رائے انگریزی میں لکھ کر ترجمہ ملحق ہو گا۔

(۱۰) کیلنڈر ... کی آئندہ اشاعت میں صرف ... کا ... دفاتر سرکاری ... کے ... پہلی ہی سے معلوم ہیں۔

(۱۱) صدر ... کے سینہ ... تجارت ... کی ... آئندہ دو سال میں زبان اردو میں کر دیئے جائیں۔

(۱۲) تین ماہ کے اندر اصطلاحی الفاظ کے ترجمہ کی ایک کتاب ... مرتب کر کے ... کی جائے ... کی پابندی کی ... جائے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ہفتہ گزشتہ کی اہم خبر یہ ہے کہ مجلس بلدیہ میں کوئی ہنگامہ خیز مباحثہ نہیں ہوا۔ ورد دیغ بر گردن راوی۔

"ریاست اب مدت میں (۳) رقبہ داری ہیں۔ آندھرا، مہاراشٹر اور کرناٹک، زبانیں ہیں۔ ہر رقبہ میں متعلقہ زبان کے ذریعہ کام ہونا چاہئے"۔ (صدر آندھرا کانفرنس)

اس رائے سے کون انکار کر سکتا ہے؟ مشترکہ قومیت کو ترقی دینے کے لئے ہر رقبہ کا نظم و نسق اسی رقبہ کی زبان میں چلانا ضروری ہے اور چونکہ اردو کا کوئی خاص رقبہ نہیں اگرچہ ہر رقبہ میں بولی جاتی ہے اس کو نکال باہر کرنا چاہئے اور ان عہدہ داروں کو فوراً برطرف کر دینا چاہئے جن کی مادری زبان تلنگی، مرہٹی یا کنڑی نہیں۔ ریاست اب مدت کے تینوں رقبوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا یہی ایک آزمودہ طریقہ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آندھرا کانفرنس اسی "تعمیری پروگرام" کو تدریجاً روبہ عمل لانا چاہتی ہے۔ ہمارے صحافتی جاسوس کی اطلاع ہے کہ آندھرا کانفرنس کے ارباب حل و عقد یہ نعرہ بلند کرنا چاہتے تھے کہ "تلنگانہ تلنگوں کے لئے ہے" مگر جنگ سے پیدا شدہ صورت حال کے منطقی انحال خاموش رہنا مناسب سمجھ رہے ہیں۔ البتہ اس نعرے کی خفیہ مشق برابر جاری ہے۔

زمرد محل میں "اجالا"۔ (ایک اشتہار)

اجالا اور وہ بھی رات کے وقت! "بلیک آوٹ" کے زمانہ میں یہ جسارت! پولس سے آر پی کو فوراً توجہ کرنی چاہئے۔

ہمارا یہ مشورہ ہے مسٹر گاندھی سیاسیات سے بالکل علحدہ ہو جائیں۔ (ٹائمز آف انڈیا)

عرصہ ہوا کہ گاندھی جی سیاسیات سے علحدہ ہو چکے۔ اب تو وہ کانگریس کے چوانی ممبر بھی نہیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ سیاسیات گاندھی جی کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ گاندھی جی اپنی زندگی کے باقی دن عبادت میں گزارنا چاہتے ہیں مگر کانگریس ان کو سیاست کی طرف کھینچتی ہے۔ اس کشمکش میں نہ تو عبادت پوری ہو رہی ہے اور نہ قیادت۔

قوم پرست مسلمان مسٹر راج گوپال کے ساتھ۔ (اخبار رہنما)

اس سانحہ عظیم کی خبر سن کر پنڈت جواہر لال نہرو کہتے ہوں گے۔ ؏

ہو گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

عام طور پر دیہی علاقوں میں ایسی ہوں جن کو عوام پر آسانی

بجنسہ اور استعمال بھی کریں۔ مثال کے طور پر "مدھ کوروور کرنگ" کی ترکیب قابل ذکر ہے۔ بہت ہی کم عوام ایسے ہوں گے جو خوش قسمتی سے کاف اور گاف کی اس "صرفی جنت" کو سمجھ سکیں۔ (پیام)

"مدھ کوروور کرنگ" کو عوام سے کیا واسطہ! یہ تو بھیوں اور گرگٹوں کا مدرسہ ہے اور بھیوں، بھیوں اور گرگٹوں کی زبان میں اس کا نام رکھا گیا ہے۔ اس کو عوام کی زبان سمجھ کر ہدف اعتراض بنانا اصول تنقید کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ جب مچھلیوں کی تحقیقات اور ان کی نگہداشت سے متعلق یہاں ایک سررشتہ قائم کیا گیا تو مچھلیوں کی زبان میں اس کا نام سمکیات رکھا گیا جو منطق اور لیڈر کی رو سے بالکل درست ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا کہ وہ ہندوستان کی تقسیم کے زبردست مخالف ہیں بلکہ وہ تو ہندوستان، چین، ایران اور افغانستان کو ایک وفاق کے تحت لانا چاہتے ہیں۔ (اسوشی ایٹیڈ پریس)

؏ پرواز تو ابھی ہے انجام خدا جانے

انجام خیر جو کچھ ہو ہماری یہ عین خواہش ہے کہ اس ایشیائی وفاق کا مرکز آنند بھون الہ آباد کو قرار دیا جائے۔

سردی ہماری بدترین دشمن تھی ——— بے رحم دشمن۔ (ڈاکٹر گوئبلز)

معلوم ہوتا ہے کہ روس کی سردی یہودی النسل ہے۔

"موجودہ جنگ میں اپنی حفاظت کے لئے ہمیں متحدہ کوشش کرنی چاہئے اور ہر صورت حال کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے"۔ (صدر آندھرا کانفرنس)

ہر صورت حال کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کرنے کا ہمارے ذہن میں صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ فوراً شہر کا تخلیہ کر کے دیہاتوں میں پناہ لی جائے۔ ہماری اس رائے سے معاصر "رعیت" کو بھی اتفاق ہے۔

ہندوستان سے کونین کی پچاس لاکھ گولیاں چین کو روانہ کی گئیں۔ (ایک خبر)

ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ کونین کی ضرورت زیادہ تر جاپان کو ہے۔

سوامی رامانند تیرتھ کی صدارت میں چند روز قبل ہند کانگریس کا ایک کنونشن منعقد ہوا تھا جس میں ضلع کانفرنسوں کے

متاسف کرنے کی قرارداد منظور کی گئی۔ اس قرارداد پر اظہار خیال کرتے ہوئے "دکن کرانیکل" نے تحریر کیا ہے کہ:۔

"اگر ضلع کانفرنسوں پر اس نے اعتراض ہے کہ ان میں شرکت دعوت ناموں کے ذریعہ ہوگی تو اس کنونشن میں کانگریس کی شرکت کس طرح سے ہوئی (کیا ان کو پبلک نے منتخب کیا تھا؟) اگر ضلع کانفرنسیں برطانوی ہند کے ضلع واری دربادوں کی ترقی یافتہ صورت ہے تو تمام ہندو قوم پرستوں کے اس کنونشن کو کیا کہا جائے جس میں اخبار کے نمائندوں کو شریک کرنے سے گریز کیا گیا اور پبلک کی اطلاع کے لئے اس جلسہ کی روداد تک شائع نہیں کی گئی حالانکہ یہی کانگریس اخباروں کی آزادی کا راگ الاپتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ٹریجڈی نہیں تو کامیڈی ضرور ہے کہ جمہوریت کے حامی پرستار یہ باطن جمہوریت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ حکومت کو وہ ایک معیار سے جانچتے ہیں اور اپنے لئے ایک جداگانہ معیار رکھتے ہیں۔ حکومت کو اپنا اقتدار عوام کے ہاتھوں میں منتقل کر دینا چاہئے مگر لیڈر اپنا اقتدار چھوڑنے تیار نہیں۔ ضلع کانفرنسوں کا اس لئے مقاطعہ کرنا چاہئے کہ اگر رعایا اور عہدہ داروں میں ربط قائم ہو گیا تو پھر قیادت کہاں باقی رہے گی"۔

مزید تنقید غیر ضروری ہے۔

"مجلس کی اس مبارک تحریک کے باوجود میں دیکھ رہا ہوں کہ عوام باوجود اس شعور اور احساس سیاسی کے جو ان میں مجلس کی جدوجہد نے پیدا کیا ہے کسی عمل کی جانب ابھی متوجہ نہیں۔ میں بار بار سوچتا ہوں کہ اس بے عملی کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں"۔ (خطبہ صدارت مجلس اتحاد المسلمین عثمان آباد)

تعمیری پروگرام کا فقدان، نوجوانوں میں کام سے زیادہ تقریر کا شوق، کارکنوں میں جماعت بندیاں۔ یہ ہیں بے عملی کے اسباب ثلاثہ۔

اگر جاپان نے ہندوستان پر حملہ کیا

نئی دہلی ۲۰ مئی۔ جنرل ویول نے جو برما کے محاذ کا دورہ کر کے ابھی دہلی واپس آئے ہیں آج صبح ایک صحافتی کانفرنس میں کہا کہ برما سے جنرل الگزینڈر کی افواج اب ہندوستان کی سرحد پر پہنچ گئی ہیں۔ اب ہندوستان پر جاپانیوں کے حملے کو روکنے کی ساری ذمہ داری مشرقی زون پر ہے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ میں ان فوجوں کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتا جو پیچھے ہٹ گئی ہیں لیکن کہہ سکتا ہوں کہ برطانوی و ہندوستانی افواج کا بیشتر حصہ برما سے واپس آ گیا ہے۔

ہندوستان کی مدافعت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جہاں تک اس بارے میں تقریر سے ہم بچ رہے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس سے غافل یا مطمئن ہیں۔ ہندوستان کا ابھی خطرہ لاحق ہے لیکن ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں جب کہ اس ملک میں ہماری قوت اتنی زیادہ ہو گئی کہ جب کبھی جاپانی کو جہاں سے وہ اشتعال دلانا چاہیں ایک شکست کے ساتھ [illegible]

[illegible]

قومی زبان کے متعلق سوال و جواب

(م. ک. گاندھی)

(۱) سوال۔ فارسی رسم الخط ہندستان میں تو پیدا ہوا نہیں پٹھانوں کے زمانے میں یہاں آیا تھا۔ اسی طرح جس طرح کہ انگریزوں کے ساتھ ساتھ رومن رسم الخط آیا ہے پھر آپ قومی زبان کے لئے رومن رسم الخط کو پیدا نہیں کرتے تو فارسی کا کیوں؟

جواب۔ اگر رومن رسم الخط ہندستان میں اپنی جڑیں بھی اتنی گہری جما لیتا جتنی گہری کہ فارسی رسم الخط نے جما لی ہے تو میں آپ کی بات سے اتفاق کر لیتا لیکن رومن رسم الخط کا علم صرف ان تھوڑے سے انگریزی جاننے والے آدمیوں تک محدود ہے جب کہ فارسی رسم الخط کو کروڑوں ہندو مسلمان جانتے ہیں۔ آپ رومن رسم الخط جاننے والوں اور فارسی رسم الخط جاننے والوں کے اعداد و شمار جمع کر کے دیکھ لیجئے۔

(۲) سوال۔ اگر آپ ہندو مسلم اتحاد کے خیال سے لوگوں سے اردو پڑھنے کے لئے کہتے ہیں تو مہربانی کر کے اس بات کو بھی دھیان میں رکھئے گا کہ ہندستان میں ایسے مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو اردو نہیں جانتے اور صرف اپنی صوبائی زبان سے واقف ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ایسی قومی زبان کو جس کے الفاظ صوبائی زبانوں سے ملتے جلتے ہوں زیادہ آسانی سے سمجھ لیں گے۔ شمالی ہندستان کی زبانیں سب کی سب سنسکرت سے نکلی ہیں اور اس لئے ایک دوسرے سے بہت کچھ ملتی جلتی ہیں۔ جنوبی ہند کی زبانوں میں بھی سنسکرت کے الفاظ بہت زیادہ مل جل گئے ہیں پھر ان لوگوں کے لئے اردو کی ایسی غیر مانوس زبان کیوں تجویز کیجئے جس میں عربی اور فارسی کے الفاظ کی بھرمار ہے۔

جواب۔ آپ کی دلیل میں زور ضرور ہے مگر میں آپ سے کہوں گا کہ اس کو ذرا اور گہرائی میں اتر کر دیکھئے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جب میں لوگوں سے فارسی رسم الخط سیکھنے کے لئے کہتا ہوں تو میرے ذہن میں ہندو مسلم اتحاد کی ترقی میں مدد دینے کا خیال ہوتا ہے۔ ان دونوں رسوم الخط کی طرح ہندی اور اردو میں بھی جھگڑا بہت دنوں سے چلا آ رہا ہے اور اس وقت سے ایک جماعت نے تیار کرلی ہے جس میں اردو میں ہندی سا ہتیہ سمیلن نے ہندی کا مطلب بتاتے ہوئے فارسی رسم الخط کو ایک خاص جگہ دی تھی۔ ۱۹۲۵ء میں کانگریس نے قومی زبان کا نام ہندستانی رکھا اور اس کے لئے دونوں خطوں کو قابل قبول رکھا۔ اس طرح ہندی اور اردو کو ملا کر قومی زبان مان لیا گیا۔ ہندو مسلم اتحاد کا سوال ان تمام تفصیلوں میں نمایاں طور سے پیش پیش تھا۔ ہے کوئی آج نہیں اٹھایا ہے۔ میں نے اسے مرتے دم تک ... کی۔ یہ واقعات کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔ اگر ہم قومی زبان کو تباہی کی ترقی دینا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں رسوم الخط کو برابر کا درجہ دیں۔ پھر جو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ پسند آئے گا وہی سب زبان رائج ہو جائے گا۔

صوبائی زبانیں سنسکرت سے بہت گہرا تعلق رکھتی ہیں اور بیجا پور ... سے کروڑوں مسلمان صرف اپنی صوبائی زبان ہی سے واقفیت رکھتے ہیں اور اس لئے نہیں ہندی اور فارسی کے حرفوں کے مقابلے میں ہندی اور دیوناگری رسم الخط سیکھنا بہت زیادہ آسانی ہوگی۔ میری اسکیم سے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑے گی بلکہ اصل لوگوں کو فارسی رسم الخط سیکھ لینے کے باعث پہلے سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ آپ کو اس میں دقت اس لئے نظر آتی ہے کہ آپ سے ایک بات چھپتی ہیں۔ اس کا مفید ہونا یا برجوبن جانا سیکھنے والے پر منحصر ہے جو شخص وطن کی محبت میں سرشار ہے وہ اس کو کبھی بوجھ نہیں سمجھے گا۔ میری اسکیم میں کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا جو لوگ اس میں فائدہ سمجھتے ہیں وہ فارسی رسم الخط یا دیوناگری رسم الخط جیسی بھی صورت ہو سیکھ لیں گے۔

(۳) سوال۔ ہندستان کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ دیوناگری رسم الخط جانتا ہے۔ پنجابی، سندھی اور سرحدی بھی یقینی اسے آسانی سے سیکھ سکتے ہیں۔

جواب۔ اس سوال کا جواب اور اصل اس سے پہلے والے جواب ہی میں موجود ہے۔ سرحدی اور سندھی لوگوں کو دیوناگری رسم الخط سیکھنا ہوگا۔

(۴) سوال۔ قومی زبان دراصل ادب سے زیادہ تقریر میں استعمال کرنے کے لئے ہوتی ہے اس لئے اس کا رسم الخط چنداں اہمیت نہیں رکھتا یا زیادہ سے زیادہ ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ کیا قومی زبان کو اپنی مادری بولی میں سیکھنا زیادہ آسان نہ ہوگا؟ آخر اس میں ہرج ہی کیا ہے؟

جواب۔ آپ صحیح کہتے ہیں۔ قومی زبان کو اپنی مادری بولی میں سیکھنا ضرور آسان ہے جہاں تک مجھے علم ہے جنوبی ہند میں ایسا ہی ہو رہا ہے اگرچہ غالباً باقاعدہ طور پر نہیں ہو رہا ہے۔ آپ کے برخلاف میں دو رسم الخط کے سیکھنے کو کوئی بار نہیں سمجھتا۔ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ آپ سمجھتے ہیں۔ میں مادری بولی کے ذریعے قومی زبان کو سیکھنے کا مخالف نہیں ہوں۔ اگر لوگوں میں اس کے لئے اشتیاق پیدا پیدا ہو جائے تو سیکھنے کے بھی طریقے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

(۵) سوال۔ اگر اس وقت تک ایسے صوبوں سے جن کی زبان ہندی نہیں ہے۔ پوری طرح تعلق قائم رکھنا ناممکن ہے جب تک کہ ہم سب کے سب لوگ قومی زبان نہ سیکھ لیں تو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ صرف کارکنوں کو یہ زبان سکھا دی جائے پھر سارے ہندستان کے لئے لازمی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب۔ یہاں ہر شخص کے ہندستانی سیکھ لینے کا تو کوئی سوال نہیں ہے۔ دراصل ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ہر شخص اسے سیکھے۔ اس کی ضرورت ان لوگوں کے لئے ہے جن کو سفر کرنا پڑتا ہے یا جو خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ خدمت کرنے والے اگر زبان اور رسم الخط دونوں سیکھ لیں تو ان کی خدمت کرنے کی قابلیت بہت بڑھ جائے گی۔ اگر آپ سے مانتے ہیں تو آپ کی مخالفت اور آپ کے شکوک ختم ہو جائیں گے۔

(۶) سوال۔ جب قومی زبان دونوں رسم الخط میں لکھی جاتی ہے جو اسے سیکھنا چاہے وہ اپنی پسند کا رسم الخط اختیار کر سکتا ہے۔ پھر دونوں رسوم الخط پر کیوں اصرار کیا جاتا ہے؟

جواب۔ جس چیز کو میرا اصرار کہا جاتا ہے اس کے بارے میں صرف یہی لوگ کہیں گے جن کو اس میں اصلی فائدہ نظر آتا ہے۔ میری نگاہ میں جو شخص صرف ایک زبان اور ایک رسم الخط جانتا ہے اس کی تیاری آدھی ہوگی۔ اگر وہ مجھ سے مکمل سند چاہتا ہے تو اسے دونوں زبانیں اور دو رسم الخط جاننا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا کہ ملک میں ایسے بہت سے آدمیوں کی ضرورت ہے اور جب تک ان کی تعداد بڑھ نہیں جائے گی اس وقت تک ہندی اور اردو میں ٹھیک طور سے میل ملاپ کبھی نہیں ہو سکے گا۔ اور ہندستانی کے متعلق کانگریس کا نظریہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔ اس بات کی دل سے تمنا کرنا چاہئے کہ ہندی جاننے والے صوبوں میں ہندو اور مسلمان دونوں کی ایک مشترکہ بولی ہو جائے ہم بہت سے اس کی تمنا لگائے ہیں اور ایک نہ ایک دن ایسا ہو کر رہے گا۔

(۷) سوال۔ ہندی نہ جاننے والے صوبوں کے باشندوں کے لئے قومی زبان کو ایک ہی وقت میں دونوں رسم الخط میں سیکھنا کیا ایک بھاری بوجھ اور ناممکن کوشش نہیں بن جائے گی۔ یقیناً اس میں زیادہ آسانی ہوگی کہ پہلے ایک رسم الخط سیکھ لیا جائے اور اس کے بعد دوسرے کو۔

جواب۔ اس کا جواب سب سے زیادہ اچھی طرح تجربے سے دیا جا سکے گا۔ جو شخص شروع میں سے کوئی بھی رسم الخط نہیں جانتا وہ ایک ہی وقت میں دونوں کو نہیں سیکھے گا۔ وہ پہلے ایک میں مہارت پیدا کرے گا اور بعد میں دوسرے کو شروع کرے گا جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے شروع شروع میں دونوں طرح کی درسی کتابوں میں کم و بیش ایک ہی الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں گے۔ میں اپنی اسکیم کو ایک بہت ہی اہم اور فائدہ مند چیز سمجھتا ہوں۔ اگر اس پر ٹھیک طرح سے کام ہوا تو معلوم ہوگا کہ اس سے قوم میں ایک طاقت پیدا کر رہی ہے اور کانگریس کی آزادی کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ لاکھوں وطن پرست عورت مرد اس پر عمل کریں گے۔

(۸) سوال۔ ہر زبان میں بعض تبدیلیاں ہونا ضروری ہے مثلاً ایسے بدیسی الفاظ کو شامل کر لینا جو ہماری زبان کا جز بن گئے ہیں اور الگ نہیں کئے جا سکتے۔ لیکن دیوناگری ایک قدیم رسم الخط ہے جو تمام زبانوں میں رائج رہا ہے۔ خاندان مغلیہ کے زمانے میں فارسی رسم الخط داخل ہوا گجراتی، مرہٹی وغیرہ بولنے والے لئے اگرچہ فارسی، عربی اور انگریزی کے الفاظ لے لئے لیکن اپنا رسم الخط نہیں چھوڑا پھر دیوناگری رسم الخط کو اسی طرح کیوں نہ برقرار رکھا جائے۔

جواب۔ اس چیز کو چھوڑ دینے کا سوال نہیں ہے جو روایتی طور پر جاری ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اس میں اضافہ کریں اور اسے ترقی دیں۔ اگر میں سنسکرت جانتا ہوں تو عربی کو بھی سیکھ لینے سے اور اسی طرح اگر عربی جانتا ہوں تو سنسکرت کو بھی سیکھ لینے سے کیا حرج ہو جائے گا اس کا نتیجہ غالباً یہی ہوگا کہ میرے ہر زبان کی علمی دولت میں اور اضافہ ہو جائے گا اور عربوں یا ہندوؤں سے میرے تعلقات زیادہ ہو جائیں گے جیسا اصلی طور کے سیکھنے کی تھی۔ ... کسی طرح کی ہو کوئی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔

(۹) سوال۔ قومی زبان کے متعلق میں ...

... باقی ...

غلہ اور چارہ اگانے کی مہم

پریس نوٹ

اشیاء خورد و نوش کی فراہمی کے سلسلہ میں اس ملک کو خود مکتفی بنانے کے اہم مسئلہ پر حکومت سرکار عالی کچھ عرصہ سے غور کر رہی ہے۔ جنگ نے حال ہی میں خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ نیز جنگی ضروریات کی وجہ سے حمل و نقل کے ذرائع میں رکاوٹیں پیدا ہو گئی ہیں اور آئندہ ان مشکلات میں مزید اضافہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ نتیجہ یہ کہ اشیاء خورد و نوش کی کافی مقدار میں فراہمی کا مسئلہ فوری توجہ کا مستحق ہو گیا ہے۔ لہذا حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خوب غلہ اور چارہ اگانے کے لئے ممالک محروسہ میں فوراً ایک مہم شروع کی جائے۔ چنانچہ اس غرض کے تحت ابتداً گیارہ لاکھ کی رقم منظور کی گئی ہے جسے ان تدبیروں کو کامیاب بنانے پر صرف کیا جائے گا جو نقدی فصلوں (جیسے کپاس، اسٹری وغیرہ) کی جگہ غلہ اور چارہ کی فصلیں اگانے کے لئے عمل میں لائی جائیں گی۔ اس مہم کے تحت خاص طور پر جوار، باجرہ، گیہوں، چنا اور چاول جیسی غلہ کی فصلیں کاشت کرنے کی ترغیب دلائی جائے گی۔

سب جانتے ہیں کہ برما پر جاپانیوں کے حملے کے بعد ہندوستان میں وہاں کے چاول کی درآمد بند ہو گئی ہے۔ حیدرآباد میں سالانہ ستر ہزار ٹن چاول درآمد کیا جاتا تھا۔ لیکن جب تک موجودہ حالات برقرار ہیں اس کی مشکل سے توقع کی جا سکتی ہے کہ حسب سابق یہ مقدار درآمد ہو سکے گی۔ اس کمی کی تلافی کے لئے تصفیہ کیا گیا ہے کہ ایک طرف تو چاول کے زیر رقبہ کاشت میں اضافہ کر کے اور دوسری طرف عمدہ تخم اور بہتر کھاد کا زیادہ استعمال کر کے پیداوار کی مقدار بڑھائی جائے۔ کسانوں کو کاشتکاری کے ترقی یافتہ طریقے اختیار کرنے کی ترغیب دینے کے لئے حکومت نے ۰ لاکھ روپے کی رقم منظور کی ہے۔ جس میں سے نصف رقم صرف کر کے کاشتکاروں کو بہتر قسم کے تخم دلائے جائیں گے۔ اور بقیہ نصف رقم سے ان کے لئے مونگ پھلی کی کھلی فراہم کی جائے گی تاکہ وہ اسے چاول کے کھیتوں میں استعمال کریں۔ یہ رقم کاشتکاروں میں بطور تقاوی تقسیم کی جائے گی۔ اور ان پر کوئی سود نہیں لگایا جائے گا۔ مزید عایت کے طور پر تقاوی لینے والوں کو نرخوں میں ۲۵ فیصد رعایت کے ساتھ تخم اور کھاد دیا جائے گا۔ ان کی تقسیم کا انتظام کرنے کے لئے محکمہ محروسہ سرکار عالی میں ایس مرکز قائم کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ آب پاشی کی مزید سہولتیں مہیا کرنے کے لئے دو لاکھ روپے بطور تقاوی تقسیم کئے جائیں گے۔ تاکہ رعایا باولیوں کی تعمیر و ترمیم کرسکے۔

اضلاع ورنگل، بیدر، پربھنی، نظام آباد، عادل آباد میں تخمیناً ... اور قاصد کر کپاس کے زیر کاشت رقبہ کو تناسب غلہ کے زیر کاشت رقبہ سے کہیں زیادہ ہے ... اندازہ کیا گیا ہے کہ چھوٹے ضلعوں کپاس کا مجموعی رقبہ ان اضلاع میں ۶ لاکھ ایکڑ سے کم نہیں ہے۔ جنگ میں جاپان کی شرکت کے بعد سے چھوٹے ریشہ کی کپاس کی برآمد بالکل موقوف ہو گئی ہے۔ اور لڑائی ختم ہونے سے پہلے کوئی توقع نہیں کہ دوبارہ اس کی مانگ پیدا ہو گی لہذا یہ تجویز ہے کہ ان اضلاع میں آئندہ موسم پر کپاس کا رقبہ کم از کم پچاس فی صد گھٹا دیا جائے اور جو رقبہ اس طرح خالی ہو اس پر جوار، باجرہ، گیہوں، چنے وغیرہ کی کاشت کی جائے۔ جو کاشتکار کپاس کے بجائے غلہ کی فصلیں کاشت کرنے پر آمادہ ہوں انہیں صرف نصف مالگذاری دینا ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان کا تناسب قابل لگان اراضیات کاشت پذیر ہو۔ جاگیرات و غیرہ کے محال میں پچاس فی صد معافی دی جائیگی۔

سرکار عالی کی یہ بھی خواہش ہے کہ جن آب پاشی کے ذخیروں کے علاقوں میں کاشت کی زیر ضبط اراضیات میں جوار اور گیہوں کی کاشت کو رواج دیا جائے۔ چنانچہ رعایا کو اس قسم کی کاشت کا خوگر بنانے کے لئے حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ دو سال محاصل اور دوبارہ آب میں جوار کی حد تک ۵۰ فی صد اور گیہوں کی حد تک ۵۰ فی صد معافی عطا کی جائے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس طرح آئندہ موسم میں جوار کے تحت تقریباً پانچ ہزار ایکڑ اور گیہوں کے تحت دس ہزار ایکڑ زمینات کاشت ہوں گی۔

اس کے علاوہ حکومت نے سررشتہ زراعت (اشاعت) کو بلا سودی تقاوی تقسیم کرنے کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی رقم عطا کی ہے تاکہ اس سررشتہ کے ذریعہ کاشتکار جوار، گیہوں اور باجرہ کے ترقی یافتہ تخم حاصل کر سکیں۔ اس تخم کی تقسیم زیادہ تر مرہٹواڑی اور کرناٹک میں عمل میں آئے گی۔ اور نرخوں میں بھی ۲۵ فیصد کی رعایت کی جائے گی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے یہ ساری کارروائی موجودہ نازک حالات کے مد نظر کی جا رہی ہے۔ حکومت سرکار عالی کو توقع ہے کہ اشیائے خورد و نوش کی حد تک اپنے علاقہ کو خود مکتفی بنانے کے لئے وہ جو تدابیر اختیار کر رہی ہے ان سے تمام متعلقہ اشخاص پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔

پبلک کارکنوں کے مشاغل

پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ، پنڈت رام چاری، مسٹر نرسنگ راؤ، مسٹر بی رام کشن راؤ وغیرہ جو آندھرا مہا سبھا کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کے لئے ورنگل گئے تھے بلدہ واپس آ گئے۔

سوامی رامانند تیرتھ عنقریب بسلسلہ دورہ ہنگولی جا رہے ہیں جہاں آپ گنیش جاچنالیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کریں گے جو مقامی ساہوکار سیرالال رام چندر کی صدارت میں ہو رہا ہے۔

پنڈت ونائک راؤ، مسٹر جی ایل بی ویاس اور مسٹر رامچندر آریہ سماج کے جلسہ میں شرکت کے لئے نظام آباد گئے ہوئے ہیں۔

مسٹر بی۔ وینکٹ راؤ لیڈر پست اقوام نے ایک صحافتی بیان میں کہا ہے کہ ضلع کانفرنس سے ترک تعاون کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ انہوں نے اضلاع کے پست اقوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اضلاع کے متعلقہ عہدہ داروں سے اپنی شکایت و ضروریات کے لئے ربط قائم کریں۔

۱۸ر مئی کو آریہ سماج منڈی سلطان بازار میں زیر صدارت پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ پنڈت کیشور راؤ آنجہانی کی برسی منائی گئی جس میں مسٹر شیو پرشاد اور مسٹر امر سنگھ وغیرہ نے تقریریں کیں۔

۱۲ر مئی کو ناگر کرنول میں آریہ سماج کا قیام عمل میں آیا اور سال آئندہ کے لئے عہدہ دار منتخب کئے گئے۔

پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ، مسٹر لکشمی نواس گنیری وال اور سوامی رامانند تیرتھ ۱۹ر مئی سے ۲ جون تک اورنگ آباد کا دورہ کر کے شاخیں اور تعمیری پروگرام کا پرچار کریں گے۔

مرہٹواڑہ پست اقوام کی پہلی کانفرنس بمقام بیڑ بھی ۱۶ر مئی سے شروع ہوئی۔

چیف آرگنائزر مجلس اتحاد المسلمین بشیر آباد کی ضلع کی تنظیم کی اور ارکان عاملہ کو ضروری ہدایات دیں۔

نواب بہادر یار جنگ بہادر، مولوی ابوالحسن سید علی صاحب اور دیگر ارکان عاملہ مجلس اتحاد المسلمین عثمان آباد کے سالانہ جلسہ کی شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے واپس آئے۔

برطانیہ کی فوجی پالیسی

خطبۂ صدارت مجلس اتحاد المسلمین عثمان آباد

ذیل میں مولوی ابوالحسن سید علی صاحب ایڈوکیٹ کے خطبہ صدارت کے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جو جلسہ سالانہ مجلس اتحاد المسلمین ضلع عثمان آباد میں پڑھا گیا:۔

حالات حاضرہ کی نزاکت اس کی مقتضی تھی کہ ہم اپنی موجودہ بے بسی اور بیچارگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاموشی کے ساتھ دنیا کے اس انقلاب کو دیکھا کریں لیکن آپ نے آج کا جلسہ منعقد کر کے سکوت توڑنے کی طرف مائل کر دیا۔ دنیا کا انقلاب حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ہمارے سروں پر آپہنچا ہندوستان جنگ کی وجہ سے جیسا کہ وسائل میں اپنے غیر جانبداری شمول کے باوجود ذہنی اور جسمانی فکر و کوشش کو تعطل کی حالت میں پاکر خاموش تماشہ بین کی حیثیت سے جنگ خطرناک نظر آرہا ہے۔ ۱۲ اپریل سنہ ۴۲ء کے مقامی اخبارات رعیت و ہمدرد میں چند خبریں بڑی حیرت و استعجاب سے پڑھیں۔ ایک خبر لندن کے دو مقتدر برطانوی اخبارات میں "امن کی پالیسی" کے عنوان سے وہ سوال درج ہے جو … نے کہا کہ "آیا برطانوی حکومت کی کوئی پالیسی ہے جس سے نوآبادیات کے باشندوں کو خود ان کی آزادی کی دفاع میں اکٹھا کرنے میں کامیابی ہو۔" اس کا جواب دیتے ہوئے لارڈ کرنبورن نے یہ اقرار کیا کہ "ملایا کے لوگ نہ تو ہمارے دشمن تھے اور نہ دشمنی سے لاپروا لیکن امن کے لئے جنگ میں ہم نے ان کو نہیں رکھا کہ ہم نے ان کو جنگ کی تربیت نہیں دی تھی۔

گزشتہ سو برس سے ہماری پالیسی ان کو جنگ نہ کرنے کی تربیت دینے کی رہی ہم نے ملایا کو برطانوی امن دیا تھا۔ اور جب لڑائی شروع ہوئی تو ہم نے ان کو آپ تنہا پایا۔" دوسری خبر کو لندن ٹائمز نے پیش کی اس امر سے متعلق ہے کہ مسٹر … نائب معتمد محکمہ سیول و دفاع کا تقرر … جنرل حیدر آباد کے عہدہ پر عمل میں آنے والا ہے اور ان کی بجائے نائب معتمدی سیول و دفاع چھوڑ گئے … سوال کا تقرر عمل میں آئے گا۔ آغاز جنگ سے آج تک ہندوستان کا ہر سیاسی ادارہ خواہ وہ ہندؤں کا ہو یا مسلمانوں کا یہی کہتا ہے کہ ہندوستان نہ جنگ میں نہ صرف انگریزوں کی امداد کے لئے بلکہ اپنی دفاع کے لئے ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہے۔ لیکن برطانوی امن نے ایک وحشت زدہ … اس کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ اس جنگ میں کوئی حصہ لے سکے۔ حکومت برطانیہ نے ہندوستان میں بھی یہی پالیسی اختیار کر رکھی ہے جو ملایا اور دوسرے مقبوضات میں اس کی … ہی برطانوی امن نے ہندوستان کو دفاعی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کرپس مشن کی ناکامی اسی عدم اعتماد کا نتیجہ ہے جو ہندوستانیوں کے متعلق برطانوی حکومت کو ہے۔ ہندوستان کی دفاع کی ذمہ داری امریکہ

اور چین نے برطانوی حکومت کے ساتھ مشترک طور پر لے رکھی ہے لیکن یہی ذمہ داری ان سارے مقبوضات کے لئے بھی تھی جو بدقسمتی سے عارضی طور پر ہی سہی مشرق بعید میں انگریزوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ امریکہ اور چین کی فوجیں اپنے تمام وسائل و ذرائع حفاظت و آلات حرب کے ساتھ ہندوستان کی دفاع میں کہاں تک کارآمد و مفید ثابت ہوں گے۔ یہ وقت ہی بتلائے گا کہ اس برطانوی امن میں بے اعتمادی اور غلط خطرات مضمر نہیں ہیں۔ کیا ہندوستان کے … ہندو مسلم زعماء اور ان کے … اداروں کے اس عہد … آزادی کے باوجود کہ وہ ہندوستان پر کسی دوسری قوم کو خواہ وہ ایشیائی ہو مسلط ہونے نہیں دیں گے برطانوی حکومت کو اس جانب مائل نہ ہونا چاہئے کہ جنگ کو عام طور پر سمجھ کے ان کو جنگ کی تعلیم سے اہل ملک کو بھی اور اپنے ملک کی دفاع کا ذمہ دار قرار دے۔ خدانخواستہ کہ وہ وقت آئے کہ ہندوستان پر کسی بیرونی قوت کا حملہ ہو۔ اور اگر ہو جائے تو کسی برطانوی مدبر کو یہ کہنا پڑے کہ ہم نے ہندوستان کو برطانوی امن دیا تھا۔ تقریباً ایک سو سال سے ہمیں ہتھیار رکھ کر جنگ نہ کرنے کی تعلیم دی تھی اور جب جنگ چھڑ گئی تو ہم نے ان کو تنہا پایا۔ دوسری خبر حیدر آباد سے متعلق جس کا حوالہ میں نے دیا اسی بے اعتمادی کا اظہار کرتی ہے کسی قدر تعجب کا مقام ہے کہ برطانوی ہند میں ایسے ذمہ دار خدمات پر جیسا کہ سیول و دفاع کی خدمت ہے برطانوی اشخاص کی بجائے ہندوستانی اشخاص مامور ہوں اور حیدر آباد میں روزانہ کے کئی کاروبار کی سرانجام دہی کے لئے بھی اہل حیدر آباد پر اعتماد نہ کیا جائے اور ایسے زمانہ میں بھی جبکہ جنگ کی ضروریات اور انگریزی قوم کی حیات و ممات کا مسئلہ در پیش ہے۔ انگریزوں کو ہم پر مسلط رکھا جائے۔ کیا حیدر آباد کی وفاداری ۔۔۔ دوستی اور مخلصانہ تعلقات میں حیدر آباد کی بے غرض امداد پیہم اعتمادی اور خدمات کا تقاضہ اس سے نہیں ہوتا کہ اہل حیدر آباد کی خودداری ۔۔۔ وقار ۔۔۔ اور اپنے کاروبار کو انجام دینے کی صلاحیت کو اس سے ٹھیس نہیں لگتی۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کی وجہ سے اہل حیدر آباد تشویش میں ہیں اور بجا طور پر متوقع ہیں کہ حکومت ہند اور حکومت حیدر آباد جو … اپنی توجہ کو آج ہی مبذول فرمائیں گے۔ اس لئے کہ اگر یہ مسائل آج حل نہ ہوئے تو کل شاید اس کا وقت نہ رہے۔ میں حکومت سے زیادہ ان مسائل کو اپنی حکومت کی توجہ کا محتاج پاتا ہوں کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ ہماری حکومت ان مسائل کو … کی روشنی میں حل کرنے کی جانب مائل کیوں نہیں ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر یہ مخفی مصالح اور … خیالات اور نقطہ نظر کو … تو کامیابی یقینی ہے۔

موجودہ زمانہ کی نزاکت اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم اجتماعی اور

سے اصول اسلامی کو پیش نظر رکھ کر مجلس کے اغراض و مقاصد کی روشنی میں اپنے مسائل کا حل تلاش کریں اور زمانہ کے ناموافق حالات کو یکسر نظر انداز کر دیں۔ اس لئے کہ مسلمان کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ وہ اپنے مذہب کی بتائی ہوئی تعلیمات کے لحاظ سے ہمیشہ اپنے خدا پر بھروسہ رکھتا ہے اور اسی پر اس کی کامیابی کا انحصار ہے۔ گو موجودہ جنگ کے خطرات ہمیں آئندہ اندیشوں کی دھمکیاں دے رہے ہیں مگر ہمارا مذہبی اور اجتماعی فرض ہے کہ ہم ایک دماغ اور ایک قالب ہو کر موجودہ خطرات سے ملت کو بچانے کے لئے کوئی نہ کوئی حل تلاش کریں۔ اگر اس موجودہ دور میں ہم نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھنے میں کوتاہی کی تو پھر یقیناً ہمارا مستقبل اندیشناک ہو جائے گا اور ہم اپنی حیات اجتماعی کو محفوظ نہ رکھ سکیں گے۔ اس وقت ہر فرد مسلم کا فریضہ ہے کہ وہ ملت کی اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرے مختلف طبقے ملت کے وجود کو برقرار رکھنے اور قومی بنیادوں کو عزم و استقلال کے ساتھ ہر خطرہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ ملت اسلامیہ بالخصوص ہمارے نوجوان اسلام کے ان زریں اور بنیادی اصولوں پر غور کریں گے اور اپنی آئندہ زندگی انہیں اصولوں پر تربیت دے کر جماعت اور مرکزیت کو قائم رکھیں گے۔ اسلام ہمیشہ فرزندان توحید سے متوقع ہے کہ وہ اپنا فرض نہ بھولے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ خداوند پاک ہم کو زیر سایہ اعلیٰ حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ عمر میں عطا فرمائے اور اپنے ملی مقاصد کے حصول کی طرف رہنمائی فرمائے اور ہمیں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔

جاپانیوں کا کوئی اعتبار نہیں

بمبئی ۲۰ مئی۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے یہاں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جاپانیوں نے بھی اپنی باری میں یہی اعلان کیا ہے کہ وہ ہمیں ہمارے انگریز حکمرانوں سے آزادی دلانا چاہتے ہیں جنہوں نے جنگ کے شروع میں یہ اعتراف کیا تھا کہ یہ جنگ اقوام کی آزادی اور دنیا کی جمہوری حکومتوں کی بحالی کے لئے لڑی جا رہی ہے۔

انہوں نے کہا کہ "کوریا اور منچوریا کا جو حشر ہوا ہے جاپانیوں کے اس خیر خواہانہ ادعا پر روشنی پڑتی ہے۔ انگریزوں اور ان کے حلیف امریکیوں سے جنہوں نے ہمارے ملک کی حفاظت کے لئے سپاہی بھیجے ہیں ہم کہتے ہیں کہ جناب والا ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دیجئے اور آپ اپنا قول پورا کر کے دکھائیے۔ ایک نظرہ ختم کرنے کی ضرورت ہے … کی ایک بار صلح کرنے کی وجہ سے آپ ہندوستان کو آزاد کر سکتے ہیں جمہوریت کو بحال کر سکتے ہیں اور اس ملک کو اپنے تمام حملہ آوروں کے مقابلہ میں چاہے وہ مشرق کے ہوں یا مغرب کے پائیدار دوست بنا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر پرشاد نے انگریزوں سے اپیل کی کہ وہ ہر ممکن ذریعہ … کی ضرورت … سے زیادہ مقتدر … کریں۔

چین کے نشاۃ ثانیہ میں مسلمانوں کا حصہ

از

مولانا عثمان۔ کے، ایچ، وو

اسلامی وفاق چین کے نمائندے مولانا عثمان کے، ایچ، وو نے جو اس وقت ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں انڈین نیشنل لیگ شب حیدرآباد دکن کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

سنہ ۱۹۳۷ء میں چین اور جاپان کی جنگ چھڑ جانے کے بعد سے چینی مسلمان اپنی ترقی کی ایک نئی منزل پر پہنچ گئے ہیں جو عام طور پر تیسری منزل کہلاتی ہے۔ پہلی منزل سنہ ۱۹۰۸ء میں شروع ہوئی جب کہ ہونگ ودنگ یا وہان ترکی سے واپس آئے جہاں وہ سلطان ترکی کے چھ ماہ تک مہمان تھے۔ چین واپس آنے کے بعد انہوں نے قدیم وضع کے مدرسوں کے بجائے جدید طرز کے مدرسے قائم کرنے کی مہم شروع کر دی۔ قدیم مدرسوں میں چینی زبان سے زیادہ عربی اور فارسی پر توجہ کی گئی تھی۔ ان کی تجویز کا مسلمانوں نے دلی خیر مقدم کیا۔ مسلمانان پیکنگ اور دوسرے شہروں میں مدرسے قائم کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

تنظیم کی ابتدا۔

چینی مسلمانوں کی تنظیم سنہ ۱۹۱۱ء سے شروع ہوئی جمہوریہ چین کے پہلے سال میں مسلمانوں نے ایک انجمن اسلام پیکنگ میں قائم کی اور مختلف صوبوں میں اس کی شاخیں کھل گئیں۔ اس انجمن کا اہم فریضہ مسلمانوں کو مذہبی اور معاشرتی تعلیم دینا اور چینی زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنا تھا۔ روپے اور قابل افراد کے فقدان کی وجہ سے یہ انجمن بہت جلد بے عمل ہو گئی اگرچہ اس نے دو سال سے زیادہ کام کیا لیکن اس کا کارنامہ بجز ترجمہ قرآن کے اور کچھ نہیں۔

چینی مسلمان کے نشاۃ ثانیہ کا دوسرا دور سنہ ۱۹۲۷ء میں شروع ہوا جب کہ چین کا قومی انقلاب کامیاب ہو گیا۔ چینی انقلابیوں کی شمالی فوجوں کی کامیابی نے چینی مسلمانوں میں ایک نئی زندگی کی روح پھونک دی۔ جوں ہی انقلابی فوج کے کمانڈر ان چیف جنرل عمر پائی چنگ شی پیکنگ میں وارد ہوئے مسلم نوجوانوں نے ان کو اسلامی تحریک کی قیادت کے لئے مجبور کیا۔ ایک جلسہ عام میں جو ان کے اعزاز میں منعقد ہوا تھا جنرل عمر نے بتلایا کہ چینی مسلمانوں کی خاص کمزوری فقدان تعلیم ہے۔ انہوں نے کہا کہ چینی مسلمانوں کے علماء کی وجہ تعلیم یافتہ قائدین کا فقدان ہے۔ اگر ہم مذہب کو ایک اعلیٰ سطح پر لانا چاہتے ہیں تا کہ ہم اپنے وطن کی خدمت کر سکیں تو ہمارے لئے تعلیم کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔

نقطۂ نظر میں تبدیلی۔

اس وقت سے چینی مسلمانوں کی ذہنیت میں ایک بنیادی تغیر رونما ہوا۔ ایک کل قومی اسلامی تنظیم کی تجویز پیش کی گئی۔ اساتذہ کی تربیت کے لئے اسلامی نارمل اسکول قائم کئے گئے جن میں نہ صرف مذہبی تعلیم ہوتی ہے بلکہ مدرسہ جدیدہ کے مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ [illegible] قائم کئے گئے۔ عام اسلامی مدارس کا قیام اس جوش و خروش کے ساتھ عمل میں آیا جس طرح کہ مذہبی مدارس کا قیام۔ چین کے مختلف شہروں میں جو اسلامی رسالے شائع ہوتے تھے ان کی تعداد سنہ ۱۹۳۶ء میں ستر تک پہنچ گئی۔

ایک غیر مسلم نے سنہ ۱۹۲۷ء میں قرآن کا ترجمہ چینی زبان میں کیا۔ ایک اور ترجمہ مسٹر ما سدن نے کیا تھا سنہ ۱۹۳۲ء میں شنگھائی سے شائع ہوا۔ چینی مسلمانوں نے ان ترجموں کی صحت کو تسلیم نہیں کیا۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں ہی، ہونگ وانگ چنگ شی نے جو ترجمہ کیا تھا اس کو انجمن اسلام چین نے شائع کیا۔ چینی زبان میں قرآن کا یہی ایک ترجمہ ہے جو ایک چینی مسلمان نے کیا ہے۔ لیکن اس کو بھی مستند نہیں سمجھا گیا۔

سنہ ۱۹۳۱ء سے اب تک ہم نے طلبہ کے چھ جتھے الازہر روانہ کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر طلبہ چین کے اسلامی نارمل اسکولوں میں تعلیم پا چکے ہیں۔ پہلے جتھے کا ارباب جامعہ ازہر نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ چینی مسلمانوں کے لئے یہ بڑا اعزاز ہے کہ شاہ فاروق کی سرپرستی میں اور ان کی امداد سے بیس طلبہ مصر میں تعلیم پا رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۱ء سے سنہ ۱۹۳۷ء طلبہ کے جتھے ہر سال برابر مصر جاتے رہے ہیں۔ شاہ فاروق اور جامعہ ازہر کے ارباب مقتدر نے جو امداد دی۔ ہم اس سے چینی مسلمان بہت متاثر ہیں۔

اسلامی وفاق۔

سنہ ۱۹۳۷ء میں چین اور جاپان کی جنگ چھڑنے کے بعد چینی مسلمانوں نے اپنے نشاۃ ثانیہ کی ایک نئی منزل میں قدم رکھا۔ مسلم قائدین علماء اور مختلف مقامات کے باشندے جو جاپان کے مقبوضہ علاقے سے بچ نکلے تھے چین کی مرکزی حکومت کو پوری مدد دے رہے ہیں تاکہ جاپان کی تحریک کا قلع قمع کر دیا جائے۔

سنہ ۱۹۳۸ء میں بمقام ہانکو چینی اسلامی وفاق قائم کیا گیا جس کے صدر جنرل عمر منتخب کئے گئے۔ اس وفاق کا خاص مقصد چینی مسلمانوں کو ساری جنگ میں حصہ لینے کے لئے تیار کرنا ہے اور اس مقصد کے تحت اس وفاق کے ۲۰۰ شاخیں سارے ملک میں قائم کر دی گئی ہیں۔ سنہ ۱۹۳۸ء میں مسلم نوجوانوں کی ایک انجمن قائم کی گئی جس کے ارکان کی تعداد اب دو ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ مختلف جنگی حلقوں میں خدمات جنگ کے لئے مسلم جمعیتیں قائم کیا ان کا مقصد صرف فوجوں کی خدمت گزاری نہیں بلکہ ناگہانی حالات خاص کر ہوائی حملوں کے وقت میں عوام کی امداد بھی کرنا ہے۔ ان مسلم دستوں کے ارکان کی تعداد کئی ہزار ہے۔

تہذیبی اور شہری سرگرمیاں۔

اس کے علاوہ اسلامی وفاق نے مسلمانوں میں تبلیغی جماعتیں قائم کر کے اپنے کام کو پھیلا دیا ہے۔ چینی مسلمان ان تبلیغی کانفرنسوں میں برابر شریک ہوتے ہیں جو ہر ہفتہ منعقد ہوتی ہیں۔ سنہ ۱۹۳۶ء، سنہ ۱۹۳۸ء اور سنہ ۱۹۳۹ء میں مشرق قریب، مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے مختلف ممالک کو خیر سگالی کے مشن روانہ کئے گئے۔ اس طرح بیرونی ممالک کے مسلمانوں کو واقف کرایا گیا کہ جاپانی حملہ آوروں نے کیا کیا مظالم ڈھائے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۸ء میں ایک انجمن اسلامک کلچرل انسٹیٹیوٹ کے نام سے قائم کی گئی جس کا مقصد اسلامی فلسفہ ادب اور سائنس میں تحقیقاتی کام انجام دینا ہے۔ اس انجمن کے ارکان میں بہت سے غیر مسلم چینی علماء بھی شریک ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی وفاق ان مسلم طلباء کو بھی امداد دیتا ہے کہ جو جاپان کے مقبوضہ علاقے سے نکل کر آئے ہیں۔

آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چینی مسلمانوں کی تحریک اس جنگ کے دوران میں ایک فیصلہ کن منزل پر پہنچ گئی ہے۔ چینی مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے وطن کی خاطر اور اپنے معیار کو بلند کرنے کے لئے سخت محنت کی ہے۔ آج ان کا نعرہ ہے "قومی تعمیر اور اسلامی نشاۃ ثانیہ"۔ جنرل عمر کی قیادت میں چین کے مسلمان جنرل چیانگ کائی شک کو جاپان کے خلاف نبرد آزمائی میں مدد دے رہے ہیں اور آخری فتح حاصل کرنے تک وہ اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کے لئے تیار ہیں کیونکہ وہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی قربانی سے نہ صرف ایک آزاد چین وجود میں آئے گا بلکہ ساری دنیا کی تشکیل جدید میں اس سے مدد ملے گی۔

مدراس میں سیاسی طوفان

بقیہ سلسلہ صفحہ اول

چنانچہ ڈاکٹر بابو نے ایک بیان میں صاف صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ اگر خود اماراتیت کے حق کو کانگریس کی پالیسی کی طور پر تسلیم کر لیا جائے تو اکثریت کے متحدہ سیاسی وجود کے مطالبہ کو تسلیم کر لینا منطقی طور پر ناممکن ہے لیکن لیگ انجمن کے حقوق محفوظ ہو جائیں۔ ایسی قومی وحدت کا نعرہ لگانا جو موجود نہیں ہے کوئی سیاست ہے۔ صحیح سیاست یہ ہے کہ واقعات کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا جائے اور ان کا حل دریافت کیا جائے۔ موجودہ حالات میں راجہ جی کی پیش کردہ تجویز ہی ایک صحیح حل معلوم ہوتی ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس خطرناک صورت حال کے نظر جس سے ہم دوچار ہیں اس تجویز کو قبول کر لیا جائے۔

اس کے برعکس مسٹر ستیا مورتی جو چند روز قبل تک مدراس میں وزارت قائم کرنے کی تائید میں تھے اب مسٹر راجگوپال چاری کے خلاف اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی قرارداد کی تائید میں پروپگنڈہ کر رہے ہیں۔ مسٹر ستیا مورتی مخلوط وزارت کی مخالفت میں یہ استدلال پیش کر رہے ہیں کہ اب حالات بدل چکے ہیں اور اس نوبت پر عہدے قبول کرنے سے کوئی فائدہ نہیں خاص کر جبکہ عوام کے نمائندوں کے اقتدار میں حقیقی انتقال اختیار نہ ہوگا۔ لیکن مسٹر راجگوپال چاری کی مہم کا آغاز بہت اچھا ہے۔ انہوں نے مدراس میں بعض علقوں کی مخالفت کے باوجود مسلسل جلسوں کو مخاطب بھی کیا ہے راجگوپال چاری نے نہایت جرات کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ موجودہ حالات میں عقل کے دروازے بند کر دینا خطرناک ہے۔ یہی وقت ہے کہ کانگریسیوں کو چاہئے کہ اپنے ارادے کو فراموش کر کے صرف ملک کو پیش نظر رکھیں۔ ہمیں ایک قومی محاذ بنانا اور ہندوستان کے لئے ایک حقیقی قومی حکومت تشکیل دینی چاہئے اور ملک کے کروڑہا باشندوں کو دانستہ نے تیار کرنا چاہئے ورنہ ہمیں صرف قسمت پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا پڑیگا۔ (ٹائمز آف انڈیا)

قومی زبان کے متعلق سوال و جواب

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

کرنے کے خیال سے کیا دیوناگری رسم الخط سے اچھا نہیں ہے؟ یقیناً فارسی رسم الخط اس کام کے لئے بہتر ہے۔

جواب:۔ آپ صحیح کہتے ہیں لیکن آپ نے جو فارسی الخط کی مخالفت کی ہے اس کی یہاں کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ) دیوناگری کو اس کی جگہ سے ہٹایا نہیں جائیگا یہاں تو موجودہ معلومات میں صرف اضافہ کا سوال ہے۔

(۱۰) **سوال:۔** قومی زبان کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا مادری زبان اور ایک بین الاقوامی زبان کافی نہیں ہوگی اور پھر ان دونوں کے لئے رومن رسم الخط کیوں نہ استعمال کیا جائے۔

جواب:۔ آپ کے سوال پر مجھے حیرت ہوتی ہے۔ بلاشبہ انگریزی بین الاقوامی زبان ہے لیکن کیا یہ کبھی ہماری زبان بن سکتی ہے؟ قومی زبان کو ہماری قوم کے کروڑوں افراد کی مشترکہ ملکیت ہونا چاہئے۔ وہ انگریزی زبان کو سیکھنے کا بار کیسے اٹھا سکتے ہیں۔ ہندوستانی قدرتی طور پر قومی زبان ہے۔ اس لئے کہ اسے اس وقت بھی ۲۰ کروڑ آدمی سمجھ لیتے ہیں۔ باقی لوگ بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن انگریزی صرف چند آدمیوں کی ــــ زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ آدمیوں کی ــــ قومی زبان کہی جا سکتی ہے اگر ہندوستان ایک قوم ہے تو اس کی قومی زبان بھی ہونا چاہئے۔ انگریزی زبان رومن رسم الخط کے ساتھ جائز طور پر بین الاقوامی زبان بنی رہے گی لیکن رومن خط قومی زبان کا رسم الخط کبھی نہیں بن سکتا (ہریجن مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۴۲ء)

پاکستان یا اتحاد؟

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

جلد طلب کرنے والے ہیں تاکہ مسلم لیگ سے گفت و شنید کرسکے اگر وہ اس پر رضامند ہو تو سندھ سفر کئے جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو فارسی صلح کی ایک بنیاد فراہم ہو جائے گی۔

اگر ہم سب متحد ہو جائیں تو ہمارے اندر حملہ کی مزاحمت کی قوت پیدا ہو جائے گی۔ اور ہم اس شکست خوردہ ذہنیت کا بھی مقابلہ کر سکیں گے جو بے یارگی کی وجہ سے ہم میں پیدا ہو گئی ہے۔ اور اگر ہم متحد نہ ہو سکے تو ہم عرصہ دراز تک ہر اس قوت کے غلام بنے رہیں گے جو ہم پر غالب آ جائے گی۔ ہم اپنے گردوپیش اس تباہی و بربادی کو دیکھ رہے ہیں جو نفرت سے پیدا ہوتی ہے لیکن محبت کبھی ناکام نہیں رہتی۔ اس میں زندگی اور تخلیق کا عظیم الشان راز پوشیدہ ہے۔

احمد پریس ... میں طبع ہو کر ... سے شائع ہوا